بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماهنامه

ذوالحجہ، محرم الحرام ۱۴۲۱ھ اپریل ۲۰۰۰ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کی اہم تصنیفات و تالیفات، علوم و معارف بیش بہا خزانہ

اشرف التفاسیر

حضرت تھانوی کی جملہ تالیفات سے منتخب شدہ سینکڑوں الہامی تفسیری جواہر پارے

تقدیم و کاوش: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

کامل ۴ جلد قیمت ۱۲۰۰/ روپے

خطبات حکیم الامت

اصلاح باطن کے لئے نسخۂ اکسیر دعوات عبدیت اور دوسرے سینکڑوں مواعظ کا جدید ترتیب کے ساتھ تقریباً ۱۱۶۰۰ صفحات پر مشتمل

کامل ۳۱ جلد قیمت ۵۴۱۹/ روپے

ملفوظات حکیم الامت

جن میں اولیاء اللہ کے عجیب و غریب واقعات اور زندگی کے سینکڑوں مسائل کا قرآن و سنت کی روشنی میں حکیمانہ حل

کامل ۲۵ جلد۔ دس جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی قیمت = ۱۲۹۰/ روپے ہے

کلید مثنوی

مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی مولوی معنوی کی لاجواب پہلی مستند اردو شرح حکیم الامت حضرت تھانوی کے علوم و معارف سے لبریز اللہ کی محبت کی آگ پیدا کرنے والی کتاب پہلی بار بڑی تحقیق پر جلی قلم کے ساتھ

کامل ۲۴ حصے ۱۲ جلدوں پر مشتمل قیمت سیٹ ۳۶۰۰/ روپے

خصوصی پیشکش

ان ستاون جلدوں کے مکمل سیٹ کی قیمت ۱۱۵۰۹/ روپے

خاص رعایت صرف ۶۹۰۰ روپے میں، پیشگی رقم ملنے پر خرچہ ٹرانسپورٹ بذمہ ادارہ۔ خصوصی رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیں

ہر قسم کی اسلامی کتب کے لئے ملنے کا پتہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ

بیرون جوہڑ گیٹ، ملتان

فون نمبر: 1501-540513

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

25 APR 2000

جلد نمبر --- 35
شمارہ نمبر --- 7
ذوالحجہ، محرم ۱۴۲۱ھ
اپریل 2000ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال کی دار العلوم تشریف آوری اور تحریک طالبان کی حمایت، نواز شریف کا عبرت انگیز زوال، دار العلوم حقانیہ میں مغربی میڈیا کے نمائندوں کی آمد......	راشد الحق سمیع	۲
ڈاکٹر جاوید اقبال کے تحریک طالبان کے بارے میں نیک تاثرات......	جناب فیصل حنیف	۷
نظام اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی......	مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	۱۶
سورج کی موت اور قیامت (قسط ۲)......	مولانا شہاب الدین ندوی	۲۷
سلسلہ مکاتیب حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ قدس سرہ......	ادارہ	۳۶
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہ سحر گاہی	مولانا عتیق الرحمان سنبھلی	۳۷
کیتھولک چرچ اور پوپ جان پال کا اعترافِ جرم	راشد الحق سمیع حقانی	۴۲
افکار و تاثرات (ڈاکٹر سید سلمان ندوی ڈربن۔ مولانا عتیق الرحمان سنبھلی لندن۔ مولانا لطافت الرحمان، مولانا قاری سعید الرحمان، مولانا فضل ربی ندوی وغیرھم......	قارئین بنام مدیر	۴۹
بے حس و خاموش ہے یہ عالم اسلام آہ......	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۳
دار العلوم کے شب و روز......	جناب شفیق الدین فاروقی	۵۴
تبصرہ کتب......	م ۔ ا ۔ ف	۶۰
ماہنامہ الحق کی اشاعتِ خاص کے عنوانات......	ادارہ	۶۳

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/15 روپے سالانہ =/150 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

ben Hanif Computer Compositer

(ادارہ قارئین الحق کو نئے اسلامی سال کی مبارکباد پیش کرتا ہے)

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

فرزندِ اقبال جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کی دار العلوم تشریف آوری اور آپکی تحریک طالبان افغانستان کی تائید و حمایت کا اعلان

یہ اطلاع دینی اور علمی حلقوں کیلئے انتہائی خوش کن ہے کہ گزشتہ دنوں فرزند اقبالؒ جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب سفر افغانستان سے واپسی پر دار العلوم حقانیہ اپنے رفقاء سمیت تشریف لائے۔ (آپکے ہمراہ (ر) جنرل امتیاز' جو بھٹو کے ملٹری سیکرٹری اور بے نظیر کے ایڈوائزر بھی رہے 'اس کے علاوہ امریکن یونیورسٹی کے پروفیسر جناب حفیظ ملک بھی تھے۔) آپ نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کے بعد دار العلوم کے مختلف شعبہ جات کا تفصیلی معائنہ کیا۔ جس کے بعد آپ نے ایوان شریعت ہال میں طلبہ سے تفصیلی خطاب بھی فرمایا۔ دار العلوم کے متعلق جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی رائے میں جن نیک خیالات اور پاکیزہ احساسات کا اظہار فرمایا' وہ یقیناً ان کی اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔ آپ نے حقائق معلوم کرنے اور طالبان حکومت کا قریب سے جائزہ لینے کے لئے افغانستان کا جو نجی دورہ کیا اس سے پاکستان اور افغانستان کے دینی حلقوں کی پذیرائی ہوئی۔ یقیناً تحریک طالبان اور دینی حلقوں کے لئے آپ جیسی شخصیات کا تعاون اور حمایت باعث تقویت ثابت ہوگی۔ ہمارے لئے ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال کے فرزند ہونے کے ناطے انتہائی عزیز اور محترم ہیں۔ حضرت علامہ نے خاص طور سے "جاوید نامہ" اور اپنے اشعار میں میں جگہ جگہ آپکا ذکر کر کے آپ کو ہمیشہ کیلئے امر کر دیا اور جو نصیحتیں آپ کے نام اشعار میں علامہ نے فرمائی ہیں وہ بھی آپ کا ایک عظیم سرمایہ افتخار ہے۔ گو کہ ایک عرصے سے آپ کے مختلف افکار و نظریات کے بارے میں ہم سنتے اور پڑھتے آرہے ہیں اور کئی بار ان سے اختلاف رائے بھی ہوا لیکن آپ کے ساتھ بالمشافہ تبادلہ خیال میں کئی مفید پہلو سامنے آئے۔

بد قسمتی سے جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور نظریاتی دینی طبقہ کے مابین خلیج شروع سے حائل رہی اور دونوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع نہ ملا۔ سیکولر نظام تعلیم اور مغربی درسگاہوں کے اثر نے آپ کے افکار کی ذہنی آبیاری کی جس کا اثر آپ کی تحریر، تقریر اور سیاسی زندگی پر نمایاں رہا۔ ایک طویل عرصہ سے دینی طبقہ اور ڈاکٹر صاحب کے مابین مختلف محاذوں پر مباحثاتی کشمکش بھی جاری رہی دینی طبقہ کو آپ کے خیالات سے اس وجہ سے زیادہ زک پہنچتی تھی کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ حضرت علامہ کا مداح، گرویدہ اور اس کی فکر کا امین ہے۔ وہ جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب میں بھی حضرت علامہ اقبال کی شخصیت کا پرتو دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت علامہؒ عمر بھر علماء اور مذہبی شخصیات سے فیض حاصل کرتے رہے۔ جیسے حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، حضرت علامہ شبلی نعمانیؒ اور حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ جیسے نابغہ روزگار سے۔ آپ کا نیاز مندانہ تعلق تاریخ کا اہم باب ہے یہ اچھا ہوا کہ آپ دورہ افغانستان (جو دوررس نتائج کا حامل ہوگا) کے بعد واپسی پر برصغیر کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور یہاں کے نظام درس و تعلیم سے واقفیت حاصل کی۔ ادارہ آپ کی دارالعلوم تشریف آوری اور تحریک طالبان کی تائید و حمایت کرنے پر تہہ دل سے ممنون ہے اور یہ امید کرتا ہے کہ اس قسم کی آمدورفت اور تبادلہ خیالات سے وہ فاصلے کم ہو جائیں گے جو آپ اور دینی نظریاتی طبقے کے درمیان حائل ہیں۔ اسی طرح ہم ڈاکٹر جاوید صاحب کی اس تجویز کی دل وجان سے تائید کرتے ہیں جس میں آپ نے تحریک طالبان اور پاکستان کے علما اور دانشوروں کی ایک بڑے علمی سیمینار منعقد کرانے کا خیال پیش کیا ہے۔ اس قسم کی علمی کانفرنس کا دونوں طبقوں کو فائدہ ہوگا۔ طالبان کا موقف، نقطۂ نظر اور نظام حکومت کا خاکہ بھی دنیا کے سامنے آئیگا اور انکے بارے میں دنیا جو کچھ سوچتی ہے اسکے متعلق معلومات بھی طالبان کو حاصل ہوں گی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب جدید پڑھے لکھے طبقے اور مغرب کے سامنے تحریک طالبان کے موقف کی وکالت اپنے علم و فضل کی بنیاد پر بہترین انداز میں کر سکیں گے۔ اور ویسے بھی افغانیوں سے حضرت علامہؒ کی جو عقیدت و وابستگی تھی اسکے فرزند سے یہی توقع کی جاسکتی ہے۔

مطلق العنان حکمران نواز شریف کا عبرت انگیز زوال

عدل وانصاف صرف حشر پر موقوف نہیں زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

طیارہ سازش کیس میں سابق وزیر اعظم پاکستان کو خصوصی عدالت کی طرف سے ۶ اپریل کو بالا آخر دو مرتبہ عمر قید، بھاری جرمانے اور جائیداد کی ضبطی کی سزا سنائی گئی۔ اس فیصلے پر ملک کی اکثریت نے عدالت کے فیصلے کو درست قرار دیا۔ ۶ اپریل کو سنائی جانے والی سزا اور عدالتی حکم کی طرف تمام عالم کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں اور ملک میں ہر شخص اپنی فکر اور سوچ کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کر رہا تھا، کوئی سابق وزیر اعظم کو سزائے موت کا مستحق اور کوئی عمر قید کا سزا وار ٹھہرا رہا تھا۔ اس سے بڑا عبرت کا مقام اور کیا ہوگا کہ عدالت کے فیصلے سے قبل ہی پاکستانی عوام نے اسکے بارے میں اپنا فیصلہ دے دیا تھا۔ دنیا کی جاہ و حشم کی بے ثباتی کا یہ دہشت ناک منظر اپنے اندر بہت سا سامانِ عبرت لئے ہوئے ہے۔ کل تک جس شخصیت کی حکمرانی اور دبدبے کا چرچا عام تھا آج وہ پس دیوار زنداں ذلت ورسوائی کا لباس اوڑھے مقید ہے۔ اگرچہ دورانِ اقتدار آپکو ملک و قوم اور خود وزیر اعظم صاحب کے بہی خواہوں نے بار بار تنبیہ کی کہ آپکے اکثر اقدامات ملک کے آئین اور شریعت کے منافی ہیں لیکن آپ نے اقتدار کے نشہ میں مخمور ہو کر ان نصائح و تنبیہات کو در خور اعتنا نہیں سمجھا اور آج اپنے کیے کی سزا بھگت رہے ہیں۔

دینی مدارس، جہادی تنظیموں اور تحریک طالبان کو اپنے زعم باطل میں مٹانے والا خود اپنے برے انجام تک پہنچ گیا۔ لیکن الحمد للہ وہ سب دینی قوتیں آج بھی حقیقی بادشاہ رب ذوالجلال کے فضل و کرم سے قائم و دائم اور رواں دواں ہیں۔ ہمارے خیال میں نواز شریف کے انجام سے دیگر حکمران اور سیاستدان بھی سبق حاصل کریں کہ وقت ایک سا نہیں رہتا جب کسی کو اللہ تعالیٰ ملک کا عنانِ اقتدار اور اختیار دیتا ہے تو اسکو چاہیے کہ یہ موقعہ غنیمت جانے اور ملک و قوم کی صحیح خدمت کرے اور محکوم رعایا کی بھلائی، عدل وانصاف، امن و امان اور دیگر امور مملکت کی طرف خلوصِ دل سے توجہ دے، تاکہ آئندہ نسلیں انکو خلفائے راشدین خصوصاً حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت

عمر بن عبدالعزیز اور اورنگ زیب عالمگیر جیسے حکمرانوں کی طرح یاد رکھ سکیں۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف کا یہ انجام بد اور عبرت انگیز زوال گویا اس شعر کا صحیح مصداق ہے۔

تو منکرِ قانونِ مکافاتِ عمل تھا لے دیکھ تیرا عرصہ محشر بھی یہیں ہے

دار العلوم حقانیہ کی عظیم خدمات اور مغربی میڈیا کے نمائندوں کی لگاتار آمد

الحمدللہ دار العلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی عظیم خدمات کا سلسلہ روز بروز پھیلتا چلا جا رہا ہے اور پوری دنیا اس بات کی معترف ہو چکی ہے کہ اس دینی، تعلیمی درسگاہ نے ایک بڑا انقلاب برپا کر دیا ہے۔ یہ انقلاب تعلیمی، دینی، تربیتی، دعوتی، سیاسی اور دیگر شعبوں میں کامیاب رہا ہے۔ پھر خصوصاً روس کے خلاف جہاد افغانستان کے بارے میں اسکا تاریخی کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں اور بعد میں تحریک طالبان کے احیائ اور اسکے پنپنے' پھیلانے میں اس مادر علمی نے اپنے لائق فرزندوں کی ہر ممکن مدد اور رہنمائی کی ہے اور تاہنوز جاری ہے۔

مغربی میڈیا کے نمائندے گزشتہ تین چار سال سے دار العلوم حقانیہ دیکھنے اور حضرت مولانا مدظلہ سے انٹرویوز ریکارڈ کرنے کیلئے شب و روز دھڑا دھڑ آ رہے ہیں۔ انکی آنکھیں دار العلوم کی عظیم خدمات سے چندھیا گئی ہیں۔ اور وہ اُس حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں کہ آخر وہ کونسا نظام تعلیم اور مقدس جذبہ ہے جو طلباء یہاں سے سیکھ کر پوری دنیا میں زور و شور سے پھیلا رہے ہیں اور یہاں کے طلبائ نے دنیا کی کئی سو برس کے بعد ایک مکمل آزاد اور خود مختار اسلامی حکومت نہ صرف قائم کی بلکہ گزشتہ کئی برسوں سے نہایت ذمہ دارانہ انداز میں اسکی باگ ڈور اور ملکی نصب و نسق احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ دار العلوم حقانیہ کے اربابِ حل و عقد اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا شروع دن ہی سے ان اخباری نمائندوں کے بارے میں بڑا اچھا موقف تھا اور وسیع النظر نقطۂ نظر رہا ہے اور یہاں پر کوئی منفی یا تخریب کارانہ یا جنگی ٹریننگ نہیں دی جا رہی اسی لئے دار العلوم کے دروازے دنیا بھر کے میڈیا کیلئے شروع دن سے ہی کھلے ہیں۔

مغربی میڈیااور پالیسی ساز ادارے دینی مدارس' تحریک طالبان اور اسلام کے بارے میں آئے روز غلط اور منفی پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔اس کھلی اجازت اور دارالعلوم کے تعاون نے کافی حد تک مغرب میں دینی مدارس' تحریک طالبان اور مسلمانوں کے بارے میں اچھی خاصی فضا ہموار کر دی ہے اور ہم یہ تعاون اس لئے بھی کرر ہے ہیں کہ اس سے پہلے مغرب اور امریکہ میں یکطرفہ غلط پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا' کم سے کم اس تعاون سے دینی مدارس کی آواز بھی اہل مغرب تک پہنچ گئی۔ اسلام اور طالبان کا موقف یہود و نصاریٰ اور دیگر اقوام کے سامنے مثبت اور صحیح انداز میں پیش کرنا' دعوت تبلیغ اور اصلاح وارشاد کا ایک اہم شعبہ سمجھتے ہیں۔گو کہ بعض حضرات مغربی میڈیا کی آمد پر ناخوش بھی ہیں لیکن حقیقت میں عہد حاضر اور اکیسویں صدی مواصلات اور میڈیا کا ہے اور یہی جدید زمانے کے ہتھیار ہیں۔یہود اور نصاریٰ کو مسلمانوں پر برتری اسی میڈیا کے ذریعے حاصل ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ موئثر اور بھرپور علمی انداز میں مغرب کے میڈیا کا مقابلہ انہی کے ہتھیاروں سے کریں جیسا کہ ماضی میں مسلمانوں نے یونانی منطق اور فلسفے سے انکا مقابلہ کیا تھا۔تب ہی انہیں معاشرہ میں جائز مقام ملے گا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

دینی مدارس کیخلاف حکومتی اقدامات' دارالعلوم حقانیہ میں ۳۰ اپریل کو اہم اجلاس

ملک میں حالیہ فرقہ واریت کی لہر کے اٹھنے کی آڑ میں حکومت کے بعض وزرا اپنی نااہلی کو چھپانے کیلئے دینی مدارس کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور اسی طرح امریکی صدر کے دباؤ کے نتیجہ میں بھی آئے روز اربابِ مدارس کو تنگ کیا جارہا ہے۔ان حالات میں کافی عرصہ سے مختلف دینی حلقے سنجیدگی کیساتھ سوچ رہے تھے کہ ان اقدامات کیخلاف ام المدارس دارالعلوم حقانیہ کے اربابِ حل و عقد کوئی سنجیدہ اور اہم لائحہ عمل طے کریں۔اسی سلسلے میں ۳۰ اپریل کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے تمام مہتممین حضرات کو اس اہم اجلاس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔یہ اجلاس ۳۰ اپریل کو صبح ۱۰ بجے دارالعلوم کے ایوانِ شریعت ہال میں منعقد کیا جائے گا۔ اس اعلان کو بھی دعوت نامہ سمجھا جائے۔یہ اجلاس غیر سیاسی بنیادوں پر ہو رہا ہے۔

ضبط و ترتیب : جناب فیصل حنیف

طالبان کی حکومت اور فرزندِ اقبال جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کے نیک تاثرات اور ایوان شریعت میں طلباء سے خطاب

جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب گزشتہ دنوں نجی دورے پر افغانستان تشریف لے گئے تھے۔ کہ وہاں کی نئی صورت حال اور طالبان کی طرز حکومت کو بچشمہ خود ملاحظہ کریں۔ اور وہاں افغانستان کے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مولانا نور محمد ثاقب حقانی (جو حقانیہ کے فارغ التحصیل ہیں) سے بھی تبادلہ خیال فرمایا۔ واپسی میں ۴ اپریل کو اپنے رفقاء سمیت اچانک دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ اور دفتر الحق میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے وہاں کی صورتحال پر تفصیلی تبادلہ خیال فرمایا۔ اور حضرت مولانا مدظلہ کی خواہش پر آپ نے دورہ افغانستان کے تاثرات طلبہ سے اپنے خطاب کے دوران فرمائے۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے جہاں تحریک طالبان اور انکے نظام حکومت کی کھلے دل سے تعریف کی وہاں آپ نے چند باتیں اپنی آزاد طبیعت اور مخصوص نقطۂ نگاہ سے بیان کیں جس پر مولانا مدظلہ دوران خطاب ہی ہلکے پھلکے انداز میں اختلاف نوٹ کرتے رہے۔ ادارہ ان کی تقریر کا متن ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نقل کر رہا ہے لیکن بعض امور میں اختلافِ رائے کیساتھ۔ جناب ڈاکٹر صاحب کا شاید یہ پہلا خطاب ہے جو انہوں نے کسی دینی مدرسے میں علماء اور طلباء سے کیا ہو۔.......... (ادارہ)

محترم حضرات! میں اور مولانا سمیع الحق ہم دونوں سینٹ میں کولیگس رہے ہیں اور مجھے یقین نہیں تھا کہ مولانا یہاں موجود ہونگے ہم تین افراد افغانستان کے دورہ پر گئے تھے 'میرے دوست پروفیسر حفیظ ملک اور جنرل امتیاز ہم ابھی کابل سے واپس آرہے ہیں اور اسلام آباد جارہے ہیں تو راستے میں انہوں نے اس خواہش کا ظاہر کیا کہ دارالعلوم حقانیہ میں پہنچ کر کچھ طالبان اور دارالعلوم کے بارے میں معلومات حاصل کریں مجھے مولانا کی موجودگی کا پتہ چلا اور انہیں میری آمد کا تو پھر یہاں رکنے کا موقع ملا۔ میں آپ سب سے ملکر بہت متاثر ہوا ہوں۔ مولانا اور میرے خیالات بعض اعتبار سے تو ایک جیسے ہیں اور بعض مقامات پر جب میں انہیں جدیدیت کی طرف کھینچتا ہوں تو یہ مجھے قدیمیت کی طرف کھینچتے ہیں تو یہ قدیم و جدید کا قصہ ہمارے درمیان چلتا آرہا ہے کئی

سال ہم نے اکھٹے سینٹ میں گزارے ہیں۔

ابھی جب ہم کابل گئے تو افسوس یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ غزنی بھی جاؤں اور قندھار بھی۔ لیکن چونکہ ہم اپنے طور پر گئے تھے اور ہم حکومت کے کارندے نہیں تھے اور نہ ہی طالبان حکومت کو یہ علم تھا کہ ہم یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اسو جہ سے ہم لوگ کابل تک ہی محدود رہے۔ وہاں کی حالت بہت خستہ ہے اور جس دن ہم وہاں پہنچے تو مجھے یہ احساس ہوا کہ ہم بھی اسی طرح اگر آپس میں لڑیں تو کس طرح ملک تباہ ہو سکتا ہے۔ اتنی تباہی تو وہاں روسیوں نے نہیں پھیلائی جتنی آپس میں جو War Lords تھے انہوں نے پھیلائی اور طالبان نے سب سے بڑی جو خدمت کی ہے اس سر زمین کیلئے وہ یہ ہے کہ انکو امن دیا ہے اور امن اس وقت سب سے بڑی ضرورت ہے وہی جو اور کوئی دینے کو تیار نہیں ہوتا تھا تو طالبان کی حکومت اسوقت جس طرح آپ سبکو علم ہے کہ تقریباً ۹۰ فیصد افغانستان کی سر زمین پر ہے اور صرف ایک فیصد یا چھوٹی سی ایک پاکٹ ہے ایک حصہ ہے جو اسوقت انکے دشمنوں کے قبضے میں ہے یعنی شمالی اتحاد۔ اب اسوقت وہاں پر لل ہے لیکن کم از کم میری اپنی دلی خواہش یہ ہے کہ پاکستان جس طریقے سے بھی کر سکتا ہے انکی مدد کرنے کو تیار ہو اور انکو رسد و سائل پہنچائے۔ روسی جارحیت اور پھر مختلف دھڑوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے وہاں بہت نقصان ہوا ہے۔ اس وقت وہاں سب سے زیادہ ضرورت غربت کو دور کرنے کی ہے بیماری کو دور کرنے کی ہے اور اسکے ساتھ ہی بے روزگاری وہاں پر بہت ہے۔ ہم نے تو محسوس کیا ہے کہ اسوقت وہ نہایت مشکل حالات سے دو چار ہیں۔ ساری دنیا انکی اسوقت دشمن ہے اور اس وقت صرف پاکستان ہی انکے ساتھ کھڑا ہے اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ پاکستان جو ہے اسوقت طالبان کیساتھ کھڑا ہے اور جتنی حتی الوسع ہم اپنی طرف سے طالبان کی مدد کر سکتے ہیں کر رہے ہیں ہماری موجودگی میں وہاں ایک قافلہ U.N کے Food Department کی طرف سے جو غالباً رسد کھانے کیلئے وہاں لوگوں کو کچھ دینے کیلئے دنیا کی طرف سے آیا ہوا تھا۔

تو ہمارے وفد نے محسوس کیا کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنکی وجہ سے ہمیں کسی نہ کسی طریقے سے اگر اسوقت جو 1/10 حصہ دشمنوں کے قبضے میں ہے شمالی اتحاد کے قبضے میں ہے اور

ساری دنیا اسوقت انکے ساتھ ہے روس انکے ساتھ ہے اسی طرح برطانیہ 'امریکہ 'ہندوستان اور اسی طرح دیگر ممالک بھی انکا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسوقت وہاں سوائے پاکستان کے میں سمجھتا ہوں کوئی بھی ایسا ملک نہیں جو انکی پوری مدد کرسکے۔ ہم بھی اپنی مشکلات میں اسوقت گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی اسی طرح بے روزگاری اور قرض ہے جو باہر کے ملکوں کو ہم نے ادا کرنا ہے اسکی وجہ سے ہم کسی طور پر بھی انہیں پوری امداد نہیں دے سکتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مثال قائم ہوئی ہے۔ دو چیزوں کے کرنے کی ضرورت ہے ایک تو انکی امداد کی جائے مالی طور پر جس صورت میں بھی ہم کرسکتے ہیں تاکہ انہیں کھانے کا یا خوراک کا جو مسئلہ ہے وہ حل کیا جاسکے اور دوسرا یہ کہ انکے ہاں بے روزگاری کو دور کیا جائے ساری کی ساری سڑکیں ٹوٹی ہوئیں ہیں اور بہت سے علاقوں میں کابل سمیت جو بارودی سرنگیں (Mines) انہوں نے بچھائی ہوئی ہیں انکو دور کرنے کی ضرورت ہے اور ہر جگہ پہ کابل میں اگر آپ جائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہاں لکھا ہوا ہے کہ ابھی تک یہاں Mines کی Clearing نہیں ہوئی ہے۔

ہم غزنی بھی جانا چاہتے تھے لیکن وہاں پر معلوم ہوا کہ بعض جگہیں یا مقامات اس قسم کے ہیں کہ وہاں شب خون مارا جاسکتا ہے یا کوئی دوسرا نقصان ہوسکتا ہے اور ابھی بھی دشمن کی ٹولیاں اس قسم کی پھیلی ہوئی ہیں جسکی وجہ سے شب خون یا دوسرے خطرات کے سبب ہم آپ کی سکیورٹی کی ذمہ داری پوری نہیں کرسکتے۔ یہ بات ہماری پاکستان کی ایمبیسی کے ذمہ دار افراد نے ہمیں بتائی اور ابھی بھی وہاں بعض علاقوں کے حالات مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئے (۱)۔ تو مجموعی طور پر یہ صورت حال ہے اور کسی نہ کسی طریقے سے جو مخیّر ادارے ہیں یا جن کا تعلق ضروری نہیں کہ حکومتی اداروں سے ہو یعنی مخیّر ادارے جو کچھ بھی انکے لئے دے سکتے ہیں انکی امداد کرسکتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچے 'بچیاں وہاں پر بعض جگہ بھکاریوں کی صورت میں پھرتے ہیں تو اس چیز نے وہاں

(۱) پاکستان ایمبیسی کے عملہ نے انتہائی غلط بیانی اور مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ کابل سے غزنی جانے کا راستہ مکمل طور پر پرامن ہے۔ عملہ نے اپنے آپ کو تکلیف سے بچانے کیلئے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

مجھے سب سے زیادہ attract کیااور ہم نے سوچا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اخباروں میں اور دوسری جگہوں پر یہ ذکر کیا جائے تاکہ یہ جو مشکلات اور پسماندگی کی صورت ہے کو تبدیل کیا جاسکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر دنیائے اسلام میں افغانستان کے طالبان کامیاب ہوتے ہیں تو یہ ایک بڑی اچھی مثال ہوگی وہاں پر ہمیں دوسرے وزراء سے تو ملنے کا اتفاق تو نہیں ہوا چونکہ ہمارے پاس سرکاری یا گورنمنٹ کی طرف سے کوئی ایسی اسناد نہیں تھیں اور نہ ہی کوئی اس قسم دوسری صورت تھی۔ پاکستانی ایمبیسی کے ایمبیسڈر عزیز خان صاحب ہیں جنکا تعلق صوبہ سرحد سے ہے انکی وساطت سے کم از کم چیف جسٹس سے وہاں کابل میں ان سے ملاقات ہوسکی مولوی نور محمد ثاقب سے جو آپکے ہاں حقانیہ سے پڑھے ہوئے طالبعلم ہیں۔ جہاں تک فقہ اور قانون کا تعلق ہے تو انکو اس پر کافی عبور حاصل ہے میری جوان سے بات چیت ہوئی وہ یہی تھی کہ آپ نے یہاں پر جو اسلامی قوانین ہیں کو کس طرح نافذ کیا ہوا ہے۔ فوجداری کے سلسلے میں کیا صورتحال ہے اور دیوانی عدالتوں کی صورت میں کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ فی الحال تو ہم نے یہاں سے جو بھی فوجداری قوانین ہیں انکے جرائم کے خاتمے کیلئے اسلامی دائرہ کے تحت لاکر اس پر زیادہ توجہ دی ہوئی ہے، اور جہاں تک دیوانی معاملات کا تعلق ہے انکے متعلق ہمارا رویہ یہی ہے کہ جو قوانین یہاں پر نافذ العمل ہیں جب تک کہ وہ اسلام سے یا اسلامی اقدار اور قوانین سے متصادم نہ ہوں تو ہم انکو اسی طرح جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن جہاں تک یہ حدود کے سلسلہ کا تعلق ہے وہ وہاں پر نافذ ہیں۔ Anyway بہت ساری ایسی باتیں تھیں جو انکے ساتھ زیر بحث آئیں میرا تعلق جیسا کہ مولانا نے آپ سے فرمایا کہ میرے دل میں ایک چھوٹا سا باغی بھی ہے اور جب تک یہ بغاوت کا دل میں مادہ نہ ہو نیا راستہ اللہ تعالیٰ نہیں دکھاتا تو میں نے ان سے یہی گزارش کی کہ آپ اجتہاد کے عمل پر کس حد تک قائم ہیں۔ میں نے انکے سامنے حوالہ حضورؐ کی حدیث سے دیا کہ جس میں انہوں نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بناتے وقت انکو ہدایت کی تھی کہ تمہارے سامنے جو مقدمات آئینگے انکے فیصلے کس طرح کروگے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن کے مطابق فیصلے ہونگے۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر قرآن رہبری نہ دے تو پھر۔ تو انہوں نے کہا کہ پھر میں حدیث اور سنت رسولؐ پر چلوں گا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ بھی

ہدایت نہ دے تو پھر ؟ توانہوں نے کہا کہ پھر میں اپنی عقل استعمال کرونگا۔ تو میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ جو حضورؐ کی حدیث ہے کیا یہ تاقیامت جاری وساری ہے اور قائم ہے یا یہ کہ اسکا وقت گزر چکا ہے ؟ تو وہ کہنے لگے تو میں نے کہا کہ میری نگاہ میں یہ جو اجتہاد کا تسلسل ہے یہ تاقیامت جاری وساری ہے وہ کہنے لگے کہ نہیں اسکے بعد کئی ائمہ آئے اور انہوں نے اجتہاد پورا کر دیا اور وہ پورا ہو چکا اور اب مزید اسکی گنجائش نہیں ہے میں پھر اسکے بعد اس بحث کو آگے نہیں لے کر گیا لیکن میں نے کہا کہ ہمارے بعض مسائل اس قسم کے ہیں بالخصوص کم از کم میرے ملک میں تو سب سے بڑا مسئلہ آئین کا ہے کہ کونسا دستور ہو جو کہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو اور آج کی جو ضروریات ہیں ان پر بھی حاوی ہو اور اس قسم کی اظہار رائے بھی ہو سکے جیسا کہ ہمارے ہاں شوریٰ کا تصور ہے اور اسکے ساتھ ہی ہم اپنے مسائل بھی حل کر سکیں۔ دوسری چیز میں نے انہیں کہا کہ ہمارے ہاں مشکلات Economics کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ بلا سود بینکاری یہاں پر رائج ہو اور اس کیلئے ہم یہاں کیا طریقہ کار اختیار کریں پھر میں نے کہا کہ یہاں ایک اور بڑا مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ ہے معبدی اقتدار کا جسکی کشمکش ہے شخصی آزادی کیساتھ 'اسکے لئے کیا راہ نکالی جائے ہمارے جو مدارس سے طلباء فارغ التحصیل ہوتے ہیں آپ جیسی شخصیات وغیرہ اور جو ہماری سیکولر یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کر کے نکلتے ہیں وہ ایک ہی محلے میں رہتے ہوئے بھی دو مختلف دنیاؤں سے تعلق رکھتے ہیں اور آپس میں انکا مکالمہ ہو ہی نہیں سکتا ہے تو یہ Dialogue کسطرح شروع کیا جائے۔ یعنی اسوقت مسلمانوں کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے خصوصاً مغربی میڈیا دینا میں وہ ایک Clash of Civilization ہے دو تمدنوں کا آپس میں Clash ہے یہ آپکو ہر جگہ نظر آتا ہے آپ کیوں سمجھتے ہیں کہ جو شمالی اتحاد جو مختلف دھڑوں کا ہے اور انہیں مختلف ممالک کی سرپرستی حاصل ہے افغانستان میں اور طالبان انکے درمیان کیا کشمکش ہے کون لوگ ہیں جو اس وقت مسعود کے پیچھے ہیں۔ وہ سارے کے سارے وہ لوگ ہیں جو Clash of Civilzation سے تعلق رکھتے ہوئے بغیر کسی وجہ کے اسلام کے مخالف ہیں وہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں جیسے کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو کہ آپ کو صرف Ter-rorism ہی سکھاتا ہے اور اسکا کوئی اور پہلو نہیں ہے۔ تو یہ Clash of Civilization جو اسوقت

دنیائے اسلام سے باہر ہے وہی Inter civilization ہم میں بھی پیدا ہو رہا ہے وہ کبھی فرقہ ورانہ صورت اختیار کرتا ہے اور کبھی جدید اور قدیم کے مسلئے کی صورت میں سامنے آتا ہے یہاں پر صرف سید جمال الدین افغانیؒ کی ایسی شخصیت تھی جنہوں نے یہ کوشش کی کہ یہ جو دو مختلف طرز فکر ہیں انکا آپس میں اتحاد ہو سکے چونکہ ہم میں اس وقت جو سب سے بڑا خدشہ تھا وہ مغربی طاقتوں کے پھیلاؤ کا تھا تو علامہ افغانی کامیاب ہوئے اس سلسلے میں دنیائے اسلام کو متحد کرنے کیلئے تو وہی مرحلہ ہمیں اسوقت بھی درپیش ہے اور خاص طور پر جو افغانستان کی سرزمین ہے وہ اسوقت اس میں گھری ہوئی ہے اور ہمارے لئے بھی یہ اپنے دماغ کو Clear کرنا چاہیے کہ ہم نے یہ مسائل کس طرح حاصل کرنے ہیں۔ اور کسطرح آپ میں اور وہ جو مغربی طرز کے یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں ایک طرح سے اختلاط پیدا ہو اور آپ ایکدوسرے کے قریب آئیں تاکہ آپ مسائل سمجھ سکیں کہ اسوقت جو جدید دینا کے مسائل ہیں وہ کیا ہیں۔ بہر حال یہ تو ایک بڑی طویل بحث ہے اور خاص طور پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے جو دینی دار العلوم ہیں ان میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ آپ میں سے ہر ایک میں ایک اجتہادی کلچر پیدا کیا جائے اور آپ ہر مسئلے کے بارے میں خود صاحب اجتہاد ہوں اور آپ کو اس بارے میں کچھ Courage کی ضرورت ہے۔ کچھ حوصلے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ اجتہاد فکر وہ اتنا ضروری ہے کہ اگر آپکا اجتہاد غلط بھی ہو لیکن آپکی نیت صاف ہو تو اسکا بھی اللہ تعالیٰ آپکو معاوضہ دے گا تو مقصد یہی ہے کہ آج کے زمانے میں جو آج کی ضروریات ہیں انکے اوپر حاوی ہونے کی کوشش کی جائے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں اور آپکا زیادہ وقت نہیں لونگا کہ آپ کی کلاس شروع ہونے والی ہے لیکن میری دلی خواہش ہے اور میں نے مولانا سے بھی کہا ہے کہ اگر میں جوانی میں یہاں آتا تو میری یہ بڑی خواہش تھی کہ یہاں سے تعلیم حاصل کرتا مگر میرا پھر بھی یہی خیال ہے کہ اگر یہاں سے مجھے اگر پوری Equipment ملتی اور میرے پاس سارا علمی اسلحہ آپ والا ہوتا تو میں زیادہ دلی طور پر اور حوصلے کیساتھ نیا راستہ نکال سکتا تھا (اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مد ظلہ نے ہنستے ہوئے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب کو لقمہ دیا کہ پھر آپ اجتہاد بھی نہ کرتے اس پر ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور دیگر تمام شرکائ

خاصے محظوظ ہوئے) اس وقت ہمیں تشکیل فکر کی ضرورت ہے مذہب میں اور خاص طور پر فقہ کے معاملات میں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عبادات میں ہمیں کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے اور اسوقت فی الحال ہمیں صرف معاملات کے بارے میں ہے اور انکے مسائل کو حل کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارا سیاسی نظام کیا ہو، ہمارا ثقافتی نظام کیا ہو ہمارے معاشی مسائل کو کس طرح حل کیا جا سکے ؟ آپ ریسرچ کر کے ہمیں خود بتائیں کہ بلاسود بنکاری کس طرح ہو اور ربوٰ میں اور آج کے سود میں کیا فرق ہے ؟ اور ان سارے مسائل پر غور کی ضرورت ہے اور خصوصاً آج ان مدارس کے علاوہ اور کون ان مسائل کو حل کریگا ؟ اور اگر یہ مثال افغانستان میں بنتی ہے کہ وہاں آپ ہی جیسے مدرسوں اور دارالعلوم سے تعلیم حاصل کرنے والے اس وقت حاکم ہیں۔ کل اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یہاں حاکم بنا سکتا ہے تو آپ کو یہ ساری چیزیں سوچ کر تیار رکھنی چاہیں تو بہر حال مجھے آپ سے بہت ساری توقعات وابستہ ہیں اور مجھے خاص طور پر مولانا صاحبؒ کی یہ بات بڑی پسند آئی کہ وہ کہنے لگے کہ آپ ہماری بات بھی کر گئے ہو اور اپنی بھی' تو میں نے انہیں کچھ لکھ کر دیا کہ میں اگر یہاں جوانی میں آتا تو یہیں بیٹھ جاتا اور یہیں سے اپنی تعلیم حاصل کرتا کوئی نیا راستہ بھی نکالتا تو ساتھ کہتے ہیں کہ آپ اپنی بات بھی کر گئے ہو تو کوئی نیا راستہ نکالنے کا میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اکبر بادشاہ کی طرح کوئی نیا دین ایجاد کرتا میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وقت کی ضروریات کے مطابق مسلمانانِ عالم اسوقت مختلف ملکوں میں تقسیم ہیں ہمارے پاس ایسا کوئی ادارہ نہیں یہاں پر۔ اگر تیونس میں کوئی قانون پاس ہوتا ہے تو مصر میں اس سے مختلف قانون ہوتا ہے اور یہاں مختلف ہوتا ہے' وہ جو اسلام کا ایک مقصد تھا کہ ملت میں ایک ہی قسم کے قوانین ہوں وہ اب حل نہیں ہو رہا تو اسکو حل کرنے کیلئے ایک عالمی ادارے کی بھی ضرورت ہے ہمیں کوئی اصلاح باہر سے نہیں ملتی ہمیں کوئی پتہ نہیں عربوں نے جو نظام قائم کر رکھا ہے بلاسود بینکاری کا جسکو Profit & Loss Account یا جسکو Mark up Accounts وغیرہ کہتے ہیں لیکن وہ ہماری سپریم کورٹ نے کالعدم قرار دے دیا ہے۔ تو اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ تو پتہ ہے کہ بینک کا جو سود ہے وہ ممنوع ہے لیکن اسکے متبادل کی ہمارے سامنے وضاحت نہیں ہے تو وہ وضاحت بھی آپ کے ذمے ہے اسوجہ سے آپ

صرف دینی علوم ہی پر زیادہ توجہ نہ دیں بلکہ یہ بھی جاننے کی کوشش کریں کہ Economics سے کیا مراد ہے جدید علوم کیا ہیں ؟ قوم کا تخیل کیا ہے ؟ قوم کا لٹریچر کیا ہے ؟ شعر و شاعری کیا ہے ؟ یہ سب جاننے کی چیزیں ہیں تاکہ وہ امتیاز اور فرق جو دینی مدرسوں سے فارغ التحصیل طالب علم اور دوسری یونیورسٹیوں کے طالب علموں کے درمیان پایا جاتا ہے اسے ختم کر دیا جائے آپکو صرف ملا نہ سمجھا جائے بلکہ آپ کو عالم سمجھا جائے اور صحیح معنوں میں عالم سمجھا جائے۔ سید جمال الدین افغانیؒ سے جو علماؑ کی پرخاش ہوئی اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ تم نے علم کو محبوس کر رکھا ہے۔ آپ نے علم کے معنی محدود کر کے وہی علم قرار دے دیا ہے جو کہ دینی علوم کا ماہر ہو۔ کیا ڈاکٹر عبدالقدیر عالم نہیں ہے کیا ایسا شخص جو تاریخ کا ماہر ہو وہ عالم نہیں ہے۔ پرانے زمانے تو ہر شخص عالم تھا جو علم جانتا تھا لیکن اب آپ نے علم کی تشریح کو اتنا محدود کر رکھا ہے کہ علم سے مراد صرف وہی ہے یعنی فقہ ، تفسیر اور حدیث کے متعلق جو معلومات اور معاملات ہوں تو اسکے لئے بھی آپ نے بتایا کہ آٹھ سال کا کورس ہے جو کہ ایک محدود قسم کا کورس ہے اور آٹھ سال میں آپ کی جوانی گزر جاتی ہے (مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درمیان میں بات کاٹتے ہوئے فرمایا کہ یہ کورس محدود نہیں ہے بلکہ اس کورس میں ۱۴ سے زائد علوم پڑھائے جاتے ہیں اور اسکے علاوہ عصری علوم کا بھی ایک بڑا حصہ ہم نے نصاب میں شامل کر دیا ہے۔ جبکہ پرائمری اور ہائی سکول تک آٹھ دس سال گزارنے پڑتے ہیں)۔ آج جدید علوم حاصل کئے بغیر کسی قوم کیلئے چارہ ہی نہیں ہے آباد رہنے کا تو وہ کس طرح حاصل کئے جائیں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسلام کا اصل مقصد اگر آپ جدید نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو وہ Dual concept of Happiness ہے کہ اس دنیا میں بھی خوشی حاصل کرنا اطمینان حاصل کرنا، مسرت حاصل کرنا اور آخرت میں بھی اسکے لئے تیاری کرنا تو یہ دو Dualcon-cept of Happiness اسلام کا نظریہ ہے۔ جو ہمیں متمیز کرتا ہے یونانی اور اسی طرح کے دیگر مغربی افکار سے کیونکہ مغربی فکر تو یونان ہی کی عکاسی کرتی ہے لیکن ہمارا جو تصور ہے اسلام کا وہ تو Dual ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہم other worldiness پر صرف زور ڈالیں کہ آخرت ہی اصل حقیقت ہے یہ جو زندگی ہے یہ تو عارضی ہے۔ اگر یہ عارضی بھی ہے تو یہاں بھی رہ کے ترقی کی

ضرورت ہے جب عالم اسلام کا تمدن روشن تھا تو ہم ہی معیار تھے دینا کو علم ہم دیتے تھے۔ مغربی یونیورسٹیوں سے جو تحصیل علم کیلئے طالب علم آتے تھے وہ ہماری اسلامی یونیورسٹیوں میں ہی آتے تھے۔ مثلاً قرطبہ میں آتے تھے، قاہرہ (الازہر) جاتے تھے انہی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کرتے تھے تو اب ایسا زمانہ بدل گیا ہے اس زمانے میں تو یورپین کیلئے عربی لباس پہننا اور نہانا پاک صاف ستھرا رہنا یہ سب مسلمانوں سے انہوں نے سیکھا اس زمانے میں جو نہاتا تھا عربوں کے لباس پہنتا تھا انکو پادری کہتے تھے کہ یہ کافر ہے اور دیکھو جی یہ نہاتا ہے۔ کتنے ظلم کی بات ہے یہ پاک و صاف رہنا یعنی غلاظت بھی ایک طرح سے فخر کی نشانی سمجھی جاتی تھی تو میں بھی یہی عرض کرونگا کہ ہم نے جب دنیا کو ایک جدید تعلیم سے روشناس کرایا تو ہم کیوں دنیا سے ڈر جائیں ہمیں ان تعلیمات کو حاصل کر کے اپنی ہی طرف سے دنیا کو ایک نیا راستہ دکھانا ہے جو جدید علوم ہیں ان سے بھی باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔ مجھے آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی ہے اور میں اب بھی بار بار کہتا ہوں کہ ہمیں آپ سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

............................O☆O............................

جناب ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں رائے بک میں جن نیک خواہشات کا اظہار فرمایا ہے۔ نذر قارئین ہے۔ .... ادارہ

بسم اللہ

میں نے آج مولانا سمیع الحق صاحب کی دعوت پر دارالعلوم کا دورہ کیا اور انکے کتب خانوں اور طلباء کی تعداد سے بے حد متاثر ہوا۔ اگر جوانی میں آتا تو شاید یہیں سے تعلیم حاصل کرتا اور اس ادارے کے فیض سے مسلمانانِ عالم کے لئے کوئی تخلیقی تحقیقی نئی راہ نکالتا۔ فکر نو کی تشکیل کی اشد ضرورت ہے۔

دیکھ چکا المنی، شورشِ اصلاح دیں　　جس نے نہ چھوڑے کہیں عہدِ کہن کے نشان
چشم فرانسیس بھی، دیکھ چکی انقلاب　　جس سے دگرگوں ہوا، مغربیوں کا جہاں
قلب مسلماں میں ہے، آج وہی اضطراب　　راز خدائی ہے یہ، کہہ نہیں سکتی زباں
دیکھئے اس بحر کی، تہہ سے اچھلتا ہے کیا　　گنبدِ نیلوفری، رنگ بدلتا ہے کیا

جاوید اقبال۔ 4 اپریل 2000ء

درس ترمذی شریف

افادات : حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

ضبط و ترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

نظامِ اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کی کتاب الاطعمہ کی روشنی میں

باب ما جاء فی اکل الزیت

زیتون کے کھانے کا بیان

حدثنا یحیی بن موسیٰ حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر بن خطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ کلوا الزیت وادهنوابه فانه من شجرة مبارکة هذا حدیث لا نعرفه الامن حدیث عبدالرزاق عن معمر وکان عبدالرزاق یضطرب فی روایة هذا الحدیث فربما ذکر فیه عن عمر عن النبی ﷺ وربما رواه علی الشك فقال احسبه عن عمر عن النبی ﷺ وربما قال عن زید بن اسلم عن ابیه عن النبی ﷺ مرسلاً الخ ترجمہ : حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زیتون کھایا کرو اور زیتون کا تیل لگایا کرو بیشک وہ بابرکت درخت سے ہے۔

اس حدیث کو ہم عبدالرازق سے جانتے ہیں جسے وہ معمر سے روایت کرتے ہیں لیکن عبدالرزاق اس حدیث کی روایت میں اضطراب کرتے ہیں کبھی حضرت عمر کے واسطے سے آپ کا ارشاد نقل کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے روایت کی ہے اور بسا اوقات کہتے ہیں کہ یہ روایت زید بن اسلم سے ہے جسے وہ اپنے باپ سے مرسلا

(بلاواسطہ) آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں یعنی اس روایت میں حضرت عمر کا ذکر نہیں کیا۔

عن ابی اسید قال قال النبی ﷺ کلوا من الزیت وادھنوا به فانه شجرة مبارکة۔

هذا حديث غريب من هذا الوجه انما نعرفه من حديث عبدالله بن عيسیٰ

ترجمہ : ابو اسید فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زیتون کھایا کرو اور اسکے تیل سے مالش کیا کرو بیشک یہ مبارک درخت ہے۔

یہ حدیث اس وجہ سے غریب ہے کہ ہم اسکو نہیں جانتے مگر صرف عبداللہ بن عیسیٰ کی سند سے۔

اس باب میں زیتون کی فضیلت بیان فرماتے ہیں' قرآن کریم میں بھی اسکی فضیلت آئی ہے اور کتب سابقہ میں بھی اسکی فضیلت موجود ہے بائبل کی کتاب پیدائش' خروج' زبور اور یسعیاہ نبی کے صحیفوں میں اسکا ذکر آیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نصیحت ناموں (مراسلات) میں اکثر زیتون کی مثال دیتے تھے۔

زیتون کی تاریخ : زیتون ایک درخت ہے جو اکثر شام' فلسطین' ترکی' اٹلی' سپین' افریقہ اور الجزائر کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ تقریباً دنیا بھر میں تیل کی برآمد فرانس' یونان' سپین' اور ترکی سے ہوتی ہے اور وہاں اسکے بڑے بڑے کارخانے ہیں اور وہیں سے ہنڈیوں کے ذریعہ دنیا بھر میں سپلائی ہوتا ہے۔ زیتون کے درخت کا قد تقریباً تین میٹر کے لگ بھگ ہوتا ہے اسکے پتے چمکدار اور پھل بیر کی مانند ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسکی عمر تقریباً ایک ہزار سال تک ہوتی ہے' یہ چالیس سال کے بعد پھل دیتا ہے۔ محققین نے لکھا ہے کہ زیتون کا درخت قدیم ترین درخت ہے جب طوفان نوح علیہ السلام ختم ہوا تو سب سے پہلے زمین پر نمودار ہونے والا درخت زیتون ہی کا تھا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے کبوتر کے منہ میں زیتون کا پتہ دیکھا جسے انہوں نے کشتی میں چھوڑا تھا تاکہ آپ طوفان کے حالات پر نظر رکھیں اور بعض جگہوں میں پودے اگ آتے ہیں۔ تو سمجھا کہ طوفان ختم ہونے والا ہے' اسلیئے لوگ اسکو امن کا درخت کہتے ہیں۔ فلسطینی رہنما یاسر عرفات یا کوئی اور جب اقوام متحدہ میں اجلاس سے خطاب کرنے کیلئے گئے تھے تو انہوں نے خطاب میں سب سے پہلے یہ کہا تھا کہ میں آپ حضرات کیلئے زیتون کا تحفہ لایا ہوں۔

مطلب یہ تھا کہ میں امن کا پیغام لایا ہوں۔

زیتون کا طرق استعمال : زیتون عربوں کے ہاں آجتک مرغوب و محبوب چلا آرہا ہے مختلف طریقوں سے اسکو استعمال کرتے ہیں روغن زیتون تو درکنار اسکے دانوں کو ناشتہ میں استعمال کرتے ہیں۔

زیتون کے فوائد و فضائل : زیتون کے فضائل کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اور اسکو استعمال کیا بلکہ اسکے استعمال کا حکم بھی دیا ہے کہ کلو ا الزیت کہ زیتون کھاؤ و ادھنوابه ' مالش کیلئے بھی استعمال کرو فانه من شجرة مبارکة کہ ایک بابرکت درخت سے حاصل ہوا ہے۔ اور اسکی زیادہ پیداوار اراضی شام میں ہوتی تھی جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حوله بابرکت سرزمین سے ہی تعلق ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے انها من شجرة مبارکة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة یکاد زیتها یضیئی ولو لم تمسسه نار۔ ترجمہ : نہ مشرق کی طرف اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے اسکا تیل کہ روشن ہو جائے اگرچہ نہ لگی ہو اسمیں آگ۔

رسول اکرم کا ارشاد گرامی ہے : کلو الزیت وادھنوابه فان فیه شفاء من سبعین داء منها الجذام۔ زیت کھایا کریں اور اسکے تیل کو بدن پر استعمال کریں اسلئے کہ اسمیں ۷۰ بیماریوں کا علاج ہے جس میں جذام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بات کی تاکید کیلئے اس درخت پر قسم بھی اٹھائی ہے ، والتین والزیتون ۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اس آیت کے ذیل میں بڑی عجیب و غریب تفصیلی بحث کی ہے اور اسکے عجیب و غریب اور ناآشنا فوائد ذکر کیئے ہیں۔

فتح العزیز : شاہ صاحب نے اس تفسیر میں اقسام القرآن کی حکمتیں، علتیں بڑی خصوصیت سے بیان فرمائی ہیں یہ تفسیر اصل میں فارسی زبان میں لکھی گئی ہے' افغانستان اور دیگر ممالک کے فارسی سمجھنے والے لوگ اس سے براہ راست فائدہ حاصل کرسکتے ہیں اب اسکا اردو زبان میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے لیکن یہ تفسیر مکمل طور پر موجود نہیں واللہ اعلم کہ کہاں ضائع ہو چکی ہے یا مکمل ہی نہیں ہو سکی ہے۔ صرف پارہ عمّ کی تفسیر اور سورۃ بقرہ کی تفسیر والا حصہ یعنی تین چار سپاروں کی تفسیر موجود ہے۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ وہ زیتون کے پتوں کو

ہاتھوں میں لئے ہوئے ہے تو اسکا مطلب (تعبیر) یہ ہے کہ اسکو سیدھی راہ نصیب ہو گئی۔

امام ابن سیرینؒ کے پاس ایک مریض آیا اور ان سے دریافت کیا کہ اسکو خواب میں لا دو لا یعنی دو لا کھانے کو کہا گیا ہے تو آپؒ نے جواب دیا کہ اس سے مراد زیتون ہے کہ اس بارے میں لا شرقية ولا غربية فرمایا گیا ہے۔ یعنی دو دفعہ حرف لاء کا استعمال کیا گیا ہے قرآن مجید میں دیگر مقامات میں بھی اس کا ذکر ہے و شجرة تخرج من طو رسيناء تنبت بالدهن وصبغ للا كلين اور وہ درخت جو طور سینا میں اگتا ہے تیل بھی دیتا ہے اور کھانے والوں کے لئے سالن بھی ہے سورۃ عبس میں ہے کہ و زيتون و نخلا (زیتون اور کھجور کے درخت)

<u>باطنی خصوصیات</u>: شاہ صاحب نے زیتون کے ظاہر فوائد کے ساتھ ساتھ اسکے باطنی فوائد و خصوصیات بھی بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے جو تیل نکلتا ہے وہ کمال نورانیت اور چمک پیدا کرتا ہے اس باطنی خصوصیت کی وجہ سے یہ اہل کمال کیساتھ انتہائی مناسب ہے جس طرح کہ اہل کمال اپنی زندگی اور حیات کے پھل کو کوٹتے ہیں اور اس میں لطافت اور نرمی پیدا کرتے ہیں جس سے نورانیت اور روحانی روشنی پیدا ہوتی ہے اسطرح زیتون کا تیل بھی بالکل شفاف اور دھوئیں کی آلائشوں سے پاک ہوتا ہے اس وجہ سے اہل کمال کے ساتھ اسکی مناسبت آگئی۔

اسی طرح ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسکا تعلق اور مناسبت صاحبان فکر و نظر اور استدلال والوں کیساتھ ہے کیونکہ یہ حضرات معلومات کے احوال فکر کی قوت میں گلاتے ہیں۔ تاکہ روشنی پیدا کرے۔ اور اشیاء کی حقیقت معلوم کرنے میں روشنی کی طرح کام میں لائیں ایک باطنی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی مناسبت قرآن کے الفاظ کے ساتھ ہے جب اسکے معانی لفظوں سے نکالے جائیں تو حقائق الہیہ کے نور کی روشنی اس سے محسوس ہوتی ہے۔ بلکہ رسول اللہ فرماتے ہیں من ادهن الزيت لم يقربه شيطان۔ کہ جس نے زیتون بدن پر مل لیا تو شیطان اسکے قریب نہ آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زیتون کا کوئی جزء بھی بے کار نہیں۔ اسکا تیل جلانے کا کام دیتا ہے اور خوارک و مالش میں بھی استعمال ہوتا ہے اسکے ذریعے کھالوں کو رنگا جاتا ہے

حتیٰ کہ اگر اسکو جلایا جائے تو اسکی راکھ بھی کام کی چیز ہے اسکے ذریعے ریشم کو جو کیڑوں سے حاصل کی جاتی ہے دھویا جاتا ہے' ڈاکٹروں نے اس کو بڑا موئثر علاج قرار دیا ہے۔ قدیم و جدید اطباء اسکے مفید علاج پر متفق ہیں کہ زیتون بواسیر' ناسور' فالج جیسے امراض کیلئے مفید ہے۔ اسکے استعمال سے جسم اور بال مضبوط ہو جاتے ہیں اور بڑھاپے کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔

حافظ ابن قیم نے لکھا ہے کہ زیتون کا تیل ہر قسم کے زہر میں مفید ہے' پرانی خارش کو دور کرتا ہے' نمک ملا کر آتش زدہ مقام پر لگانے سے پھوڑا ابلنے نہیں دیتا۔

مسوڑوں پر ملنے سے مسوڑے مضبوط ہو جاتے ہیں اور سرخ زیتون کے تیل سے چہرے کی رنگت نکھر جاتی ہے قدیم اطباء کا کہنا ہے کہ زیتون کا تیل گنجے پن اور چیچک زدہ مقام کے داغ ختم کرنے کیلئے مفید ہے، جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ زیتون فالج' عرق النساء جوڑوں کے درد اور کمزوری کے جملہ امراض کیلئے مفید ہے حتی کہ تپ دق' جذام' دمہ' زکام اور نکسیر وغیرہ میں بھی مفید ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے اطباء نے کہ زیتون اور اسکے پتوں کا رس نکالا جائے اور پھر اسکو آگ پر اتنا پکایا جائے کہ وہ شہد کی طرح گاڑھا ہو جائے اور پھر اسکو کیڑے والے دانت پر لگایا جائے تو دانت کا کیڑا ختم ہو جائے گا اور اگر اس سے کلی کی جائے تو منہ میں جو زخم اور داغ ہیں ختم ہو جانے میں مفید ہیں۔ اور اگر اس گاڑھے زیتون میں سپرٹ ملا کر گنجے سر پر لگایا جائے تو ان شاء اللہ بال نکل آئیں گے۔ اور اگر اسکو مسلسل چیچک اور دیگر پھنسیوں کے داغوں پر لگایا جائے تو مفید ثابت ہو گا۔

جدید تحقیقات : قدیم اطباء کے علاوہ موجودہ دور کے ڈاکٹر اور سائنسدان بھی اسکی افادیت کے قائل ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کی تحقیقات میں یہ بات درج ہے کہ زیتون ایک موئثر دوائی ہے اور اسکے ساتھ اسکو بطور غذا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ گردوں کے امراض جس میں نائٹروجن والی غذائیں دینا مضر ہے وہاں زیتون عمدہ غذا کا فائدہ دیتا ہے۔ آنتوں کے جلن کو کم کر دیتا ہے جو جگہ جل رہی ہو وہاں پر لگانے سے تسکین حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص کے مرارہ میں پتھری ہو یا پتہ میں دونوں حالتوں میں استعمال کرنا مفید اور موئثر ہے۔ قدیم اطباء مریضوں کو ڈیڑھ پاؤ روزانہ پلا لیا کرتے تھے۔ بعض اوقات پتھریاں بھی نکل جاتی تھی۔

هذا حديث لا نعرفه الامن حديث عبدالرزاق عن معمر وكان عبدالرزاق يضطرب فی رواية هذا الحديث الخ امام ترمذی اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث میں اضطراب ہے اس لئے کہ عبدالرزاق اس روایت کو کبھی مرفوع مسند ذکر کرتے ہیں اور کبھی مرسل روایت کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس روایت کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔

اضطراب کی اقسام : حدیث میں اضطراب دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک سند کی وجہ سے اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور دوسرا متن میں اضطراب آتا ہے۔

مضطرب السند : وہ راویت جسکے سند میں اضطراب پیدا ہو جائے۔ احادیث میں اکثر یہی صورت پیش آتی ہے۔

مضطرب المتن : وہ راویت جسکے متن میں اضطراب پیدا ہو جائے۔

حکم اضطراب : چونکہ یہ اضطراب راوی کے حافظہ کمزور ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اسلیئے ایسی حدیث نا قابل استدلال شمار ہوئی۔

لیکن جب وجہ اضطراب ختم ہو جائے تو بات اپنی جگہ بر قرار اور قابل حجت رہتی ہے۔ یا تو حدیث مختلف طرق سے مروی ہو اور تمام طرق آپس میں مضطرب ہوں مگر ایک جانب کو کسی وجہ سے ترجیح دی جائے تو یہ طریق راجح اور دیگر مرجوع ہو جاتے ہیں تو اسکو اضطراب نہیں کیا جاسکتا۔ اس روایت میں اضطراب فی السند ہے متن میں کوئی اضطراب نہیں۔ امام ترمذیؒ نے اس روایت کو اختصار کے ساتھ شمائل میں بھی نقل کیا ہے۔

روایت ھذا میں اضطراب اس طرح ہے کہ عبدالرزاق کبھی یقین سے عن عمر بن خطاب عن النبی ﷺ سے ذکر کرتے ہیں اور کبھی گمان اور شک کے ساتھ احسبه عن عمر عن النبی ﷺ تو گویا کہ عبدالرزاق اس حدیث کو مسند ذکر کرنے میں کبھی یقین کے ساتھ عن عمر کہتا ہے اور کبھی گمان کے ساتھ کہتا ہے اور کبھی مرسل ذکر کرتا ہے کہ عن زيد بن اسلم عن ابيه عن النبی ﷺ ' اسلیئے کہ زید کے باپ اسلم کی حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات ثابت نہیں

اسلم حضرت عمرؓ کے خاص شاگرد اور خادم ہیں۔ تو حضرت اسلم نے عن النبی ﷺ کہا یعنی درمیان میں حضرت عمرؓ کے واسطہ کا ذکر نہیں ملتا۔

(لیکن اس اضطراب کے باوجود حاکم نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ صحیح علی شرط الشیخین کہ یہ روایت امام بخاریؒ اور مسلمؒ کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

وبہ قال حدثنا محمود بن غیلان .... عن عبداللہ بن عیسیٰ عن رجل یقال له عطاء من اهل الشام الخ اس روایت میں عن رجل کا ذکر ہے گویا کہ اسکے احوال معلوم نہیں بلکہ شک کی بناء پر کہتا ہے کہ گویا کہ اسکو عطا کہا جاتا ہے اور اسکا تعلق شام سے ہے۔
مگر اس روایت کے بارے میں بھی امام حاکم کہتے ہیں کہ صحیح الاسناد ہے یعنی اسکی سند صحیح ہے۔

باب ما جاء فی الاکل مع المملوك

خادم اور غلام کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے کا بیان

حدثنا نصر بن علی ثنا سفیان عن اسماعیل بن ابی خالد عن ابیه عن ابی هریرة یخبرهم بذلك عن النبی ﷺ قال اذ کفااحد کم خادمه طعامه حره و دخانه فلیاخذ بیده فلیقعده معه فان ابی فلیا خذ لقمة فلیطعمه ایاها هذا حدیث حسن صحیح وابو خالد والد اسماعیل اسمه سعد۔

ترجمہ : "نصر بن علی سفیانؒ سے اور سفیان اسماعیل سے اور اسماعیل ابو خالد اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارا خادم تمہارے لئے کھانا تیار کرے اسکی گرمی اور دھوئیں سے تمہیں بچا کر خود برداشت کرتا ہے تو اسکو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا دو اور اگر وہ انکار کرے تو لقمہ لیکر اسے خود کھلا دیا کرو"

ابو خالد اسماعیل کے والد ہیں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ انکا نام سعد ہے جبکہ بعض نے ہرمز

اور بعض یا کثیر بھی ذکر کیا ہے۔

اس باب میں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کھانے وغیرہ میں اپنے غلام اور نوکر' خادم کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنا چاہیے، اسلام اس تفاوت کو پسند نہیں کرتا کہ یہ خان ہے اور نواب زمیندار ہے خادم نوکر ہے یا غریب وفقیر یا دہقان و کسان ہے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ نوکر اور مالک کو بھی برابر رکھتا ہے۔ یہ ہے در حقیقت انسانیت کا احترام۔

نام نہاد سوشلزم اور کمیونزم والے بے ہودہ اور بے اصل دعوے کرتے ہیں یہ لوگ کسان مزدور کو کیا دیں گے' اسلام نے تو مزدور اور آقا کو معاشرتی آداب میں برابر کر دیا ہے۔

دنیا کے سارے تہذیب اور تمدن' رسم ورواج' جاگیر دار اور سرمایہ دار نوکر اور غلام کو کمتر اور حقیر حیوانات کی طرح دیکھتے ہیں وہاں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ غریب اور نادار ملازم امیر مالک کیساتھ مل بیٹھ کر کھانا کھا سکے پھر انہیں ساتھ بٹھانا تو بڑی بات ہے۔ وہاں تو اتنی فرعونیت ہے کہ غریب شخص مالدار کیساتھ ایک چارپائی پر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ خان اور زمیندار اوپر چارپائی میں بیٹھا ہوتا ہے اور غریب کسان و کاشتکار نوکر خادم نیچے غلاموں کی طرح زمین پر بیٹھا ہوتا ہے اور وہ آنکھ اٹھا کر زمیندار کو دیکھ بھی نہیں سکتا۔

سندھ اور بلوچستان میں غریب اور نادار لوگوں کا یہی حال ہے۔ سندھ میں ہاریوں کے ساتھ ہزاروں سال سے غلاموں جیسا ذلت کا سلوک کیا جارہا ہے۔ سرحد کے خان اور بلوچستان کے سردار کا یہی حال ہے۔ مگر اسلام مالک کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنے نوکر و مزدور کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا کرو اسکو اپنے ساتھ بٹھاؤ۔ اسکو حقارت کی نظر سے مت دیکھو اگرچہ وہ تمہارا خادم ہے۔ لیکن انسان ہے۔ غلاموں کو لوگ حیوانوں کی طرح دیکھتے تھے انکو مردہ شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ طالب علموں کو بھی حکم ہے اپنے خدمتگار کم عمر بچے اور شاگرد کو بھی اپنے ساتھ بٹھایا کرو۔ تم آرام سے سبق پڑھتے ہو کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہوتے ہو اور وہ غریب چھوٹا بچہ لنگر سے یا باہر محلہ سے تمہارا لئے روٹی لاتا ہے۔ اور پھر تم انہیں جھڑکتے ہو اور غیر انسانی سلوک انکے ساتھ کرتے ہو۔

اسی طرح مدرسے کے ملازم نان بائی وغیرہ آپ لوگوں کیلئے کھانا تیار کرتے ہیں اس تیاری میں انکو کیسی تکلیف پہنچتی ہے انکی آنکھوں میں دھواں جاتا ہے گرمی اور آگ کی تپش کو برداشت کرتے ہیں یہ سب لوگ قابل قدر ہیں انکی قدر کرنی چاہیے۔

حدثنا سفیان بن اسماعیل بن ابی خالد عن ابیه عن ابی هریرة یخبر هم بذلك عن النبی ﷺ ۔ بعض نسخوں میں صرف ذلک مروی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ اذا کفا احدکم خادمه طعامه ۔ آگے اسکی تفصیل ہے کہ حره و خانه ۔ یعنی جب تمہارا خادم تمہارے لئے کھانا تیار کرنے میں کافی ہو جائے تم بے فکر آرام سے بیٹھے ہو' وہ بازار سے آٹا لائے پھر اسکو گوندھے اسکو پکانے آگ میں لت پت ہو جائے گرمی سے جل جائے آگ کی تپش اور دھوئیں کو برداشت کرے تو پھر آپ اسکو ہاتھ سے پکڑ کر کھلادیں وہ (نوکر) ہے شرمائے گا' جھجکے گا سماجی مظالم اور غلط قسم کے رسم ورواج کی وجہ سے تردد میں ہو گا وہ دل میں کہے گا اپنے آپ کو حقیر سمجھے گا اور اپنے کو مالک کیساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں سمجھے گا مگر اب صرف زبانی نہیں بلکہ اسکو ہاتھ سے پکڑ کر زبردستی ساتھ بیٹھائیں۔

اسلام کا مزدور کے ساتھ سلوک : یہ حدیث دنیا کو دکھاؤ دنیا ان باتوں کی تلاش میں ہے کہ اسلام نے انسانوں کو مظلوموں اور مزدوروں کے ساتھ کیا فلسفہ کیا سلوک اور کیا' معاملہ پیش کیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ ہاتھ سے پکڑ کر زبردستی بیٹھانے کا حکم دیتا ہے۔ کہ ارے دوست تکلف مت کرو میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ میں اور تم ایک ہی طرح کے انسان ہیں ہمارے درمیان کوئی تفاوت نہیں۔

فان ابی اِلی کے ضمیر فاعل میں دو احتمال ہیں (۱) یا تو اسکا مرجع مالک ہے یعنی اگر مالک اسکو اپنے پاس بیٹھانے سے تردد کرے اسکو برا مانے کہ ساتھ بٹھادے تو کم از کم نوکر کو اس کھانے سے ایک یا دو لقمہ دے دے۔ اس احتمال کی تائید حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جسکو امام احمدؒ نے مسند میں ذکر کیا ہے۔عن جابر امرنا ان ندعوه فان کره احدنا ان یطعم معه فلیطعمه فی یده۔ ترجمہ : ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم خدام کو کھانے پر

دعوت دیں اور اگر ہم سے کوئی انکے ساتھ کھانے کو ناپسند کرے اور نفس باالکل گوارا نہ کرے توانکے ہاتھ ایک دو لقمہ دے دیں۔

(۲) دوسرا احتمال یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع خادمہ ہے کہ یعنی اگر خادم مالک کیساتھ بیٹھنے سے انکار کرے تو آپ کم از کم ایک دو لقمے اسکو دے دیں۔

فليا خذه لقمة اس بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں لقمة اور بعض لقمتين مروی ہے۔

(۳) ایک مطلب اسکا یہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت سے ظاہر ہے کہ اگر کھانا کم ہو تو ایک دو لقمے دے دیں اور اگر کھانا زیادہ ہو تو پھر یا تو اسکو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کریں۔ اور یا اسکو زیادہ کھانا دے دیں۔

اقوام متحدہ کا نام نہاد انسانی چارٹر اور کارل مارکس کے سبز باغ ایسا کون کر سکتا ہے' کارل مارکس 'لیلن اور سٹالن سوچ بھی نہیں سکتا امریکہ اور اقوام متحدہ جو حقوق انسانی کے نعرے لگاتے ہیں' جھوٹ بولتے ہیں۔ ابھی تک افریقہ انکا غلام رہا۔ ساڑھے چار سو سال کے بعد انکو آزادی مل گئی اس طویل مدت میں دنیا کا بدترین اور ذلیل ترین سلوک انکے ہاتھوں انسانوں کیساتھ ہوتا رہا۔ جنوبی افریقہ کے باشندگان کو غلام بنایا گیا۔ سفید فام درندے سیاہ فاموں پر مسلط ہوئے انکو اپنے شکنجے میں رکھا سیاہ فام بیچارے انکے ساتھ ایک میز میں بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ انکے لئے سکول کالج' ہسپتال الگ بنائے گئے حتی کہ انکی لفٹ بھی الگ تھا۔ سیاہ فام کا بچہ سفید فام کے بچے کیساتھ ایک کلاس میں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اس ملک کے مالکان باہر دیہات سے ہر روز خدمت کیلئے شہر آتے تھے اور وہاں نالیاں صاف کرتے 'گلی کوچوں میں جھاڑو دیتے' دفاتر کو صاف کرتے اور شام سے قبل شہر سے چلے جاتے تھے انکو حکم تھا کہ وہ رات یہاں نہیں گذار سکتے یہ ظلم سینکڑوں سال تک جاری رہا۔ یہ اس قوم کے مظالم ہیں جو اپنے آپکو مہذب کہتے ہیں حالانکہ سیاہ فام اس ملک کے اصل باشندے تھے اور سفید فام بے غیرت و بے حیا باہر یورپ' برطانیہ وغیرہ سے آئے ہوئے تھے اس جبری قبضہ میں کئی لاکھ انسان قتل ہوئے ہیں ان بیچاروں کے ساتھ کتوں جیسا سلوک کیا گیا اور انکو گلی کوچوں میں ایسا بھگایا گیا جیسے کتے بھگائے جاتے ہیں۔

نیلسن مینڈیلا نے بالآخر آزادی دلادی اور انہیں انسان کا درجہ ملا ادھر بھارت میں ہندوؤں کا یہی حال برہمن اوروں کو شودر اور اچھوت سمجھتا ہے چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق میں کمتر انسانوں کو جانوروں سے نجس انسان سمجھا جاتا ہے کوئی شودر اور کم ذات کے ساتھ کھانا تو کیا برہمنوں کے نلکے سے پانی لانے کی اجازت نہیں۔ اور اسلام نے اعلان کیا کہ سیاہ کو سرخ اور سرخ کو سیاہ پر فضیلت نہیں اسی طرح عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر کوئی برتری نہیں۔

کلکم بنو ادم و ادم من تراب تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ کتنی واضح بات ہے کوئی بھی تم میں سونے سے نہیں بنا تم سب کا خمیر مٹی ہی ہے اس مٹی سے پیغمبر فرعون اور ابو لہب سب پیدا ہوئے ہیں ان سب کا سرشت ایک ہی ہے اور انجام بھی سب کا مٹی ہی ہے کالا ہے سفید ہے سد ہے یا جولاھا سب کا خمیر ایک ہی ہے۔ کوئی کمی نہیں فضیلت اور برتی اور باتوں کے وجہ سے ہے۔ یہ سبق عملی طور پر حج الوداع کے موقع پر بھی کر چکا ہے۔ اقوام متحدہ کا کیا منشور ہوگا اور کیا بنیادی حقوق ہونگے یہ حقوق تو اسلام ۱۴ سو سال پہلے متعین کر چکا ہے۔

ان لوگوں نے جنوبی افریقہ کے ساتھ کیا کیا۔ ۱۶۵۰ء سے یہ معاملہ شروع ہوا تھا اور ۱۹۹۳ء تک چلتا رہا۔ کئی سو سال ان پر یہ حالات گذر گئے۔ امریکہ میں غلاموں کا کاروبار اب بھی مختلف شکلوں میں زور و شور سے جاری ہے۔

رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اپنے غلام کو چاہے سیاہ فام کیوں نہ اپنے بچوں کی طرح اپنے ساتھ شریک کرو بچے کو بھی لوگ قریب بیٹھایا ہی کرتے ہیں تو آپ انہیں ساتھ ہی بیٹھائیں۔ اور نوالہ لیکر انکو کھلائیں یہ ہیں حقوق انسانی جنکا اسلام درس دیتا ہے۔ ☆☆☆☆☆

عالم اسلام کے عظیم رہنما، مفکر، مصنف، اردو اور عربی
کے صاحب طرز ادیب، مشہور داعی دین، علامۂ وقت
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
کی تمام شاہکار تصنیفات کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔
فہرست کتب مفت حاصل کریں۔ ناشر، فضل ربی ندوی
فون ۶۲۰۸۹۶ — ۶۲۱۸۱۷
مجلس نشریات اسلام
۱۔ کے۔ ۳ ناظم آباد، کراچی
اسٹاکسٹ: مکتبہ ندوہ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی

مولانا شہاب الدین ندوی
دار الشریعۃ، بنگلور۔ ۲۹ انڈیا

سورج کی موت اور قیامت

قرآن، حدیث اور سائنس کی نظر میں

(قسط نمبر ۲)

حدیث کی جانچ کا ایک نیا اصول

واضح رہے کہ اس حدیث کا امام ترمذیؒ نے "حسن غریب" کہا ہے جب کہ امام حاکمؒ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اسکی تصدیق کی ہے (۱۷)۔ مگر موجودہ دور میں کسی حدیث کی "صحت" جانچنے کا صحیح اصول یہ ہونا چاہیے کہ وہ عقلی اور علمی اعتبار سے یا تو قرآن سے ہم آہنگ ہو جائے یا قرآن اور جدید تحقیقات و انکشافات کے مطابق ہو جائے۔ چاہے اس کی روایتی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح بہت سی 'ضعیف" حدیثیں بھی اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے صحیح ثابت ہو سکتی ہیں، جن میں تاریخی اعتبار سے کچھ خامی رہ گئی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک اصول خود احادیث ہی میں اس طرح موجود ہے: اعرضوا حدیثی علی کتاب الله فان وافقه فهو منی وانا قلته میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر وہ اسکی موافقت کرلے تو وہ میری بات ہے اور اسے میں نے کہا ہے (۱۸)۔ ستکون عنی رواة یروون الحدیث، فاعرضوه علی القرآن فان وافق القرآن فخذوها والا فدعوها: عنقریب مجھ سے حدیث روایت کرنے والے راوی ہونگے۔ لہذا تم حدیث کو قرآن پر پیش کرو اگر قرآن اس کی موافقت کرے تو اسے قبول کرلو ورنہ چھوڑ دو۔ (۱۹)

اس اعتبار سے بھی موجودہ دور میں حدیث شریف پر تحقیقی کام کرنا بہت ضروری ہے تاکہ موجودہ دور کے فتنوں کا صحیح جواب ہو سکے۔ اور خاص کر آج کل جو لوگ حدیث نبوی پر بے

اعتباری ظاہر کرتے ہیں انکا موثر طور پر رد ہو سکے۔

غرض موجودہ دور میں کسی راوی کی "ثقاہت" یا اسکا "ضعف" معلوم کرنے کا معیار بجائے روایت کے "درایت" ہونا چاہیے۔ یعنی حدیث پر علمی و عقلی نقطۂ نظر سے بحث کر کے دیکھنا چاہیے کہ اس کی صحت و صداقت کتاب اللہ میں موجود معانی و مضامین کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور یہ کام انتہائی دقت نظر اور بصیرت بینی کا طالب ہے۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ سے جو بھی قول یا عمل صادر ہوا ہے اور آپ نے جو بھی فیصلے کئے ہیں وہ حسب ذیل آیات کی رو سے قرآن ہی سے ماخوذ اور قرآن فہمی کے تابع ہیں: وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم ولعلهم يتفكرون "اور ہم نے تیرے پاس (کتاب) تذکرہ بھیج دی ہے تاکہ تو لوگوں کیلئے ان باتوں کی وضاحت کر سکے جو ان کے پاس بھیجی گئی ہیں اور وہ (ان باتوں میں) غور کر سکیں" (نحل: ۴۴) انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله ہم نے تیرے پاس کتاب حقانیت کے ساتھ بھیج دی ہے تاکہ تو لوگوں کے درمیان اللہ کی فہمائش کے مطابق فیصلہ کر سکے۔ (نساء ۱۰۵)

چنانچہ اس موقع پر کلام الٰہی میں "بما اراك الله" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ حد درجہ بلیغ اور قابل غور و حجت ہیں۔ اور اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تمام فیصلے اراءت الٰہی" یا "اللہ کی فہمائش" کے مطابق ہوا کرتے تھے جو قرآن ہی کے تابع تھے۔

چنانچہ اس سلسلے میں امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کا قول ہے کہ امت (فقہی مسائل میں) جو کچھ بھی کہتی ہے وہ حدیث کی شرح ہے اور حدیث جو کچھ کہتی ہے وہ قرآن کی شرح ہے۔

جميع ماتقوله الا مة شرح للسنة وجميع السنة شرح للقرآن۔ (۲۰)

اور اس سلسلے میں خود رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: انی لا احل الا ماحل الله فی كتابه ولا احرم الا ماحرم الله فی كتابه: میں اپنی طرف سے کوئی چیز حلال نہیں کرتا سوائے اسکے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے۔ اور میں اپنی طرف سے کوئی چیز حرام نہیں کرتا سوائے اسکے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ (۲۱)

اس اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں ایک ہی سرچشمہ سے صادر شدہ ہیں۔ زبان نبوت سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ کتاب اللہ ہی کی شرح و تفسیر ہے چاہیے وہ فقہی مسائل سے متعلق ہو یا غیر فقہی امور سے چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی (نجم : ۳۔۴) وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

قدیم مفسرین کے انکشافات

بہر حال آیئے دیکھیں کہ سورج کی موت کے بارے میں قدیم مفسرین کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ دنیائے اسلام کی سب سے قدیم تفسیر، ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۰) کی جامع البیان فی تفسیر القرآن قرار دی جاتی ہے اور اسمیں سورج کی تکویر یعنی اسکی بساط لپیٹے جانے کے سلسلے میں حسب ذیل حقائق ملتے ہیں، جو صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سے منقول ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اذا الشمس کورت سے مقصود یہ ہے کہ وہ تاریک ہو جائے گا۔ (کورت: اظلمت)

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسرا قول یہ بھی مروی ہے کہ سورج ناپید ہو جائے گا۔ (کورت : ذھبت)

۳۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ وہ مضمحل ہو کر ختم ہو جائے گا۔ (اضمحلت و ذھبت)

۴۔ قتادہؒ سے مروی ہے کہ اسکی روشنی ختم ہو جائے گی۔ (ذھب ضوءھا)

۵۔ سعیدؒ سے مروی ہے کہ سورج اندھا ہو جائیگا۔ (غورت:وھی بالفارسیة کورتکور)

۶۔ ضحاک سے مروی ہے کہ اس سے مراد سورج کا خاتمہ ہے (ذھابھا)

۷۔ ابو صالح سے مروی ہے کہ سورج الٹا دیا جائے گا۔ (نکست)

۸۔ ابو صالح سے مروی ہے کہ سورج نیچے ڈال دیا جائے گا۔ (القیت)

۹۔ ربیع بن خثیم سے مروی ہے کہ سورج پھینک دیا جائے گا۔ (رمی بہ)

اسکے بعد علامہ ابن جریر تحریر کرتے ہیں کہ کلام عرب میں تکویر کے معنی کسی چیز کے

ایک حصے کو اسکے دوسرے حصے سے ملانے کے ہیں۔ جیسے پگڑی لپٹنا، جو سر پر باندھی جاتی ہے یا جسے کپڑوں کی گٹھری باندھی جاتی ہے۔ اسی طرح سورج کو لپٹنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعض حصے کو بعض سے ملا کر لپیٹا جائے اور اسے پھینک دیا جائے اور جب یہ واقعہ ہو گا تو اس کی روشنی زائل ہو جائے گی۔ لہذا اس تاویل کی رو سے مذکورہ بالا دونوں قسم کے اقوال (سورج کی روشنی کا زائل ہونا اور اسے پھینک دیا جانا) صحیح ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جب سورج کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا تو اسکی روشنی زائل ہو جائے گی۔

والتکویر فی کلام العرب جمع بعض الشئی الی بعض وذالِك کتکویر العمامة وهو لفها علی الراس و کتکویر الکارة وهی جمع الثیاب بعضها الی بعض ولفها وکذلك قوله اذا الشسم کورت انما معناه جمع بعضها الی بعض ثم لفت ورمی بها واذا فعل ذلك بها ذهب ضوء ها فعلی التاویل الذی تاولناه وبیناه لکلا القولین للذین ذکرت عن اهل التاویل وجه صحیح ۔ وذلك انها اذا کورت ورمی بها ذهب ضوء ها۔ (۲۲)

واضح رہے سورج کی تکویر یا اسکی بساط لپیٹ دینا بطور "استعارہ" ہے جو بلاغت کی ایک قسم ہے اور اس اعتبار سے یہ انتہائی درجہ معنی خیز حقیقت ہے۔

بہر حال حیرت ہوتی ہے کہ علامہ موصوف نے جدید سائنسی تحقیقات سے ناواقفیت کے باوجود اس کی صحیح صحیح تاویل کس طرح کر دی جو عین مطابق واقعہ ہے! اور اسے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے لے کر ربیع بن خثیم تک تمام قدیم مفسرین کا تال اور سر مشترک کس طرح بن گیا؟ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر نتیجہ سب کا ایک ہی ہے۔ لہذا اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے یہ سب باتیں اپنا دل سے گھڑ کر پیش کی ہیں؟ ظاہر ہے کہ اگر بات ایسی ہوتی تو ان سب اقوال میں معنوی اتحاد ہر گز نہ پایا جاتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ سب باتیں رسول اکرم ﷺ ہی سے سن کر بیان کی گئی ہوں گی۔ کیونکہ ایک ہی حقیقت کو مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے جن میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ لہذا قرآن اور حدیث کیساتھ ساتھ

مفسرین اور راویان حدیث کی یہ مطابقت بھی اسلام کا ایک زبردست اعجاز نہیں تو پھر کیا ہے؟

راویانِ حدیث کی صداقت

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات صرف ابن جریر طبریؒ ہی تک محدود نہیں بلکہ اس سلسلے میں حدیث اور تفسیر کی تمام کتابوں میں "تکویر" اور "انفطار" وغیرہ کے تعلق سے یہی تمام حقائق مذکور ہیں جو علمی حلقوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے بہت کافی ہیں۔ اور ان حقائق و معارف کے ملاحظے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین میں تکوینیات یا سائنسی علوم کی کس قدر اہمیت ہے جنہیں آج خود مسلمان نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ علوم و حقائق ہیں جنکے ذریعے آج ساری دنیا کو اٹھایا اور بٹھایا جاسکتا ہے اور انکی بنیاد پر ایک ایسا فکری انقلاب لایا جاسکتا ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار ہو گا اور احیائے علم اور احیائے دین کا باعث بنے گا۔ آج دین کی تجدید علم کی تجدید ہی پر موقوف ہے۔ کیونکہ موجودہ دور میں "علم" کو جو اہمیت حاصل ہو گئی ہے وہ سابقہ کسی بھی دور میں نہیں تھی۔

غرض آیئے اس سلسلے میں سب سے پہلے دنیائے اسلام کی سب سے زیادہ مستند ترین کتاب (کتاب اللہ کے بعد) "بخاری" سے اپنے مطالعہ کا آغاز کریں۔ چنانچہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے کتاب "بدء الخلق" (ابتدائے تخلیق) میں جہاں پر چاند اور سورج کی بعض صفات و خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے وہاں پر حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تکویر سے مراد سورج کی بے نوری ہے: وقال الحسن: کورت تکور حتی یذھب ضوئوھا۔ (۲۳)

نیز علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴) نے "تفسیر القرآن العظیم" میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے تفسیر در منثور میں "تکویر" اور "انکدار" کی تفسیر میں تقریباً وہی تمام معانی پیش کئے ہیں جو تفسیر ابن جریر میں مذکور ہیں مثلاً (ا) اظلمت: تاریک ہو جائیگا۔ (ب) غورت یا اغورت: دھنسا دیا جائیگا۔ (پ) رمی بھا: پھینک دیا جائیگا۔ (ج) نکست: پھیر دیا جائیگا۔ (د) اضمحلت: کمزور ہو جائیگا۔ (ہ) ذھب ضوءھا: اسکی روشنی زائل ہو جائیگی۔ (ے) وہ اندھا ہو جائیگا۔

اور "واذا النجوم انکدرت" کی تفسیر میں مختلف روایات کے تحت حسب ذیل اقوال

منقول ہیں : (ا) تغیرت: ستارے بدل جائینگے ۔ (ب) تناثرت: منتشر ہو جائینگے۔ (ج) تساقطت: جھڑ پڑیں گے۔(د) تساقطت وتهافتت: لڑکھڑا جائیں گے۔ (۲۴)

چنانچہ انہی تمام روایات کی بنا پر پورے ذخیرہ تفسیر میں یہی سب اقوال گردش کر رہے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ اور امام رازیؒ (م ۶۰۶ ھ) نے لغوی اعتبار سے اس کے حسب ذیل معنی بیان کئے ہیں :(ا) تکویر کی دو صورتیں ہیں :اول یہ کہ کسی چیز کی گولائی کے طور پر لپیٹنا، جس طرح کے عمامہ لپیٹا جاتا ہے اور اس اعتبار سے لفظ طی ، لف، کور اور تکویر سب ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے دھوبی کی گٹھری کو "كارة" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام کپڑوں کو ایک کپڑے میں باندھ لیتا ہے۔ (ب) دوم یہ کہ اس سے مراد گرا دینا یا ڈھا دینا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے : كورت الحائط و دهورته: یعنی میں دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا۔ تو اس صورت میں اذا الشمس كورت کا مطلب ہوگا کہ سورج کو آسمان سے گرا دیا جائے گا۔ (القيت ورميت عن الفلك) نیز اس کے علاوہ ایک تیسرا قول بھی حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان سے ماخوذ ہے جسکے معنی 'کور' یعنی اندھے کے ہیں۔ (۲۵)

اسی بناء پر اہل لغت نے بھی یہی تمام معنی بیان کئے ہیں جو دور اول ہی سے مشہور و مقبول رہے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب اور تاج العروس وغیرہ لغت کی تمام بڑی کتابوں میں یہی معانی و مطالب منقول ہیں۔ اور ان تمام کی مثالیں دینا اس موقع پر تطویل کا باعث ہوگا۔ (۲۶)

سورج اور چاند کا خاتمہ

یہ تھی سورج کی 'طبیعی موت' کی داستان، جو عبرتوں اور بصیرتوں سے بھرپور ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے سورج کے ساتھ ساتھ چاند کی موت اور ان دونوں اجرام یعنی آفتاب و ماہتاب کی مشترکہ داستان اور ان دونوں کا انجام۔

چنانچہ بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن آفتاب و ماہتاب دونوں کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ (الشمس والقمر مكوران يوم القيامة) (۲۷)

بعض دیگر روایات میں مذکور ہے کہ چاند اور سورج کو پیر کٹے ہوئے بیلوں کی طرح "معذور" بنا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ الشمس والقمر ثوران عقیران فی النار (۲۸)

ایک اور حدیث کچھ اضافے کیساتھ اس طرح آئی ہے کہ چاند اور سورج کو پیر کٹے ہوئے بیلوں کی طرح دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اگر اللہ نے چاہا تو ان دونوں کو باہر نکالے گا ورنہ اسی میں رہنے دے گا۔ الشمس والقمر عقیران فی النار ان شاء اخرجهما وان شاء ترکهما۔ (۲۹) اس حدیث کو علامہ عبدالرؤف نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳۰)

ان احادیث میں لفظ "عقیران" "عقیر" کا تثنیہ ہے جو عقر سے ماخوذ ہے اور اس کے اصل معنی اونٹ یا بکری کے پیر تلوار سے کاٹ دینے کے ہیں (۳۱)

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چاند اور سورج کو "پیر کٹے ہوئے بیلوں" سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جب انکی 'دوڑ' (جری) یا 'تیراکی' (سباحت (۳۲)) روک دی جائیگی تو گویا کہ وہ 'بے دست وپا' یا 'معذور' بن کر رہ جائینگے (۳۳)۔ انکی دوڑ روکنے سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکی قوت کشش (گراوٹیشن) ختم کر دی جائے۔ جسکی وجہ سے وہ دوڑنے یا تیرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ تب انہیں جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر چاند سورج کا قصور کیا ہے جنہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا؟ اور یہ سوال اٹھانے والے امام حسن بصریؒ ہیں، تو اس کا جواب امام خطابی نے اس طرح دیا ہے کہ: اس سے مقصود چاند اور سورج کو عذاب دینا نہیں بلکہ یہ بات چاند سورج کی عبادت کرنے والوں کی سرزنش کی غرض سے ہے تاکہ وہ جان لیں کہ ان اجرام کی عبادت کرنا ایک باطل حرکت تھی۔ (۳۴)

حافظ ابن حجرؒ نے عطاء بن یسار کے حوالے سے لکھا ہے کہ ارشاد باری: وجمع الشمس والقمر (اور آفتاب و ماہتاب کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔ (سورۃ قیامہ: ۹) اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو یکجا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (۳۵)

اسلام ایک فطری اور سائنٹیفک مذہب

اس بحث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ چاند، سورج اور ستارے سب کے سب فانی چیزیں ہیں جن کو بقاو دوام حاصل نہیں ہے۔ لہذا چاند ستاروں کی عبادت کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ عبادت و بندگی تو اسکی کی جاتی ہے جو زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہو۔ مگر دنیائے انسانیت کی یہ بہت بڑی بد قسمتی ہے کہ غلط قیاس کی وجہ سے چاند سورج کو معبود و مسجود بنا لیا گیا۔ چونکہ ان دونوں سے دنیا والوں کو روشنی اور حرارت ملتی ہے اسلئے بعض قوموں نے انہیں معبودیت کے درجے پر فائز کر دیا۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق جو امام ابن سیرینؒ سے مروی ہے مذکور ہے (غلط) قیاس سے کام لینے والا اولین فرد ابلیس تھا۔ اور آفتاب و ماہتاب کی پرستش بھی (غلط) قیاسات ہی کی بنیاد پر کی گئی۔ (اول من قاس ابلیس ۔ وما عبدت الشمس والقمر الا بالمقاییس) (۳۶)

اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عبادت کسی مخلوق کی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ عبادت تو اس کی کی جاتی ہے جو تمام مخلوقات کا خالق اور رب ہو۔ چنانچہ فرمان الہی ہے :

ومن ایاته الیل والنهار والشمس والقمر لا تسجدو اللشمس ولا للقمر واسجدو الله الذی خلقهن ان کنتم ایاه تعبدون (حم سجدة ۳۷)

رات دن اور آفتاب و ماہتاب اسکی نشانوں میں سے ہیں تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو (بلکہ) اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو۔

اور آج علم و تحقیق کے اجالے میں یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو چکی ہے کہ چاند سورج خالق نہیں مخلوق، معبود نہیں عابد اور متبوع نہیں بلکہ ادنیٰ درجے کے تابعدار ہیں جو بہت جلد غائب ہونے والے ہیں۔ لہذا جن لوگوں نے انکو معبود بنا کر انکی پرستش کی انہوں نے ایک فعل عبث ہی نہیں کیا بلکہ مخلوق کو معبود کے درجے میں رکھتے ہوئے خدا کی لڑائی میں انہیں شریک کر دیا جو خلاق عالم کے نزدیک ایک نا قابل معافی جرم اور اسے غصہ دلانے والی بات ہے۔ اسلئے فرمایا گیا ہے:۔ انکم وما تعبدون من دون الله حسب جهنم انتم لها واردون۔ (انبیاء ۹۸)

"تم اور تمہارے وہ معبود جو اللہ کے سوا ہیں وہ سب یقیناً جہنم کا ایندھن ہیں تم اس میں داخل ہو کے

رہو گے" ظاہر ہے کہ مشرکین کا یہ انجام فطری اور سائنٹیفک نقطۂ نظر سے بالکل مطابق واقعہ ہے۔ دیکھئے اسلام کے احکام اور اس کی عقلی حکمتیں اور بصیرتیں کہ وہ کس قدر گہرے تفکر و تعقل پر مبنی ہیں۔ کیا ایسا پراز حکمت کلام جو اس کائنات کے اسرار سربستہ کی نقاب کشائی کرنے والا ہو، کوئی انسان پیش کر سکتا ہے؟ اسلامی تعلیمات میں قدم قدم پر عقل و دانش کا مظاہر نظر آتا ہے جو نظام فطرت کے عین مطابق ہے۔ لہذا اسکے من جانب اللہ ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

حرکیات حرارت کا دوسرا قانون

دنیائے سماوات میں سورج اختتام کائنات کا شاہد عدل ہے جو "انجام حیات کی گواہی دے رہا ہے اور اس گواہی کو جھٹلانے والی کوئی چیز اس عالم آب و گل میں موجود نہیں ہے۔

اذا وقعت الواقعه ، ليس لوقعتها كاذبة : جب واقع ہونے والی چیز (قیامت) واقع ہو جائے گی جسکے وقوع کو جھٹلانے والی کوئی چیز موجود نہیں ہے (واقعہ :۱۔۲)

اختتام کائنات کے سلسلے میں ایک واقعہ تو وہ ہے جسکی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اور اس ضمن میں دوسرا واقعہ وہ ہے جسے "حرکیات حرارت کا دوسرا قانون" (سکنڈ لاء آف تھرموڈائنامکس) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ طبیعاتی نقطۂ نظر سے اس قانون کی رو سے بھی کائنات کا اختتام یقینی نظر آتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس رفتار سے ہماری کائنات میں حرارت کی تقسیم ہو رہی ہے اسکے نتیجے میں ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے جب کہ اس کائنات کے تمام مظاہر یکساں درجہ حرارت پر پہنچ جائیں گے۔ اس وقت کائنات کی کوئی بھی چیز نہ گرم رہے گی اور نہ سرد۔ اور یہ درجہ حرارت اس قدر کم ہو گا کہ جاندار اشیاء کا زندہ رہنا ممکن نہ رہے گا۔

چنانچہ اس سلسلے میں مشہور سائنس داں سر جیمز جینس تحریر کرتا ہے: "طبیعیات کا وہ اصول جو علم حرکیات حرارت کے اصول ثانی کے نام سے مشہور ہے یہی پیش گوئی کرتا ہے کہ کائنات کا صرف ایک ہی انجام ہو سکتا ہے اور وہ ہے قلت حرارت کی موت۔ یعنی ہو گا یہ کہ تمام کائنات میں حرارت کی تقسیم یکساں ہو جائے گی اور ہر جگہ یکساں درجہ حرارت پیدا ہو جائے گیا جو اسقدر کم ہو گا کہ حیات کا زندہ رہنا ممکن ہو جائے گا"۔ (۳۷) .... (جاری ہے)

بسلسلہ مکاتیب

بنام مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہ

محب گرامی مولانا سمیع الحق زید لطفہ' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' عنایت نامہ مورخہ ۱۲ار جمادی الاولیٰ وقت پر مل گیا تھا اور اس نے بہت خوش وقت اور مسرور کیا' میں نے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے ذمہ دار کو ہدایت دے دی تھی کہ وہ مجلس کی کچھ عربی اردو مطبوعات جنکے متعلق خیال تھا کہ شاید آپ کی نظر سے نہ گذری ہوں ڈاک سے بھیجدیں امید ہے کہ وہ امروز فردا میں پہونچ جائینگی۔ دار العلوم کے عربی رسائل واخبارات اور تعمیر حیات کے متعلق بھی ہدایت کردی تھی کہ اگر وہ تبادلہ میں نہ جاتے ہوں تو ان کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا جائے میری ناچیز تالیفات میں سے اگر کوئی چیز آپکے مطالعہ میں نہ آئی ہو اور ہمارے پاس موجود ہو تو آپکو بہ مسرت تمام بھیجی جاسکتی ہے۔ "الحق" کا وہ شمارہ پہونچ گیا جس میں آپ نے میرا ایک مقالہ نقل کیا ہے اس کیلئے تہ دل سے شکریہ قبول کیجئے۔ افسوس ہے کہ الارکان الاربعہ کے چار ہی نسخے میرے ساتھ حجاز سے آسکے تھے اگر اس وقت ذرا بھی اشارہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو بھیجتا کتاب کا دوسرا ایڈیشن تیار ہو رہا ہے۔ اندازہ ہے کہ اس وقت تک چھپ چکا ہوگا۔ میں پہلے کوشش کرتا ہوں کہ پاکستان ہی کے ایک دوست کے ذریعہ جسکو میں نے ایک نسخہ بھیجا تھا اور وہ اسکا مطالعہ کر چکے ہیں آپکو کتاب پہونچ جائے اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو میں دوسرے ایڈیشن کا ایک نسخہ ان شاء اللہ بھجوانے کا انتظام کردونگا اگر کتاب آپکو ان پاکستانی دوست سے مل جائے تو اس سے مطلع فرمادیں۔ تاکہ مجھے اطمینان ہو ایک مصنف کیلئے اس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہے کہ آپ جیسے مخلص اور فاضل اسکی تصنیف کا مطالعہ کریں میں آپ سے مخلصانہ اسکی درخواست کرتا ہوں کہ اسکی تسامحات اور فروگزاشتوں سے بھی مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعتوں میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے اگر مخدوم محترم والد ماجد مدظلہ بھی اس پر نظر ڈال لیں تو میرے لئے اور بھی تقویت کا باعث ہوگا۔ جناب کو شاید اس کا علم نہیں کہ میں براہ راست لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گیا ہوں تصنیفات تک کی املا کرانی پڑتی ہے اگر مجبوراً کبھی کوئی مضمون لکھنا لکھانا پڑتا ہے تو بلاد عربیہ کے خاص حالات اور ذوق کی بناء پر عربی میں کبھی کبھی نوبت آجاتی ہے اخبارات اور رسائل میں آپ جو مضامین دیکھتے ہیں وہ یا تو میری تقریریں ہوتی ہیں یا عربی مضامین کا ترجمہ پھر بھی خیال رکھونگا کہ اگر کوئی موزوں چیز الحق کیلئے میسر آگئی تو ضرور بھیجدونگا۔ اس وقت خوش قسمتی سے رفیق محترم مولانا منظور صاحب نعمانی بھی تشریف لائے ہوئے ہیں جناب کے والد ماجد کا ذکر خیر فرمارہے ہیں' مولانا کا سلام پہونچادیا جائے۔

والسلام مخلص ابوالحسن علی ندوی ۲۰ اگست ۶۸ء

حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی (لندن)
مدیر اعزازی 'الفرقان' لکھنؤ

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

(مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ایک مطالعہ)

عمر کے چوبیس سال پورے ہوئے تھے کہ مولانا اپنی کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ کے ذریعے دین وملت کی خدمت کے افق پر نمودار ہوئے اور یہی کتاب انکی آئندہ زندگی کا سنگ بنیاد بن ئی۔ اپنی سوانح حیات (کاروانِ زندگی) میں اس تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اب وہ زمانہ اور مبارک موقع آیا جو میری زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بلکہ ایک نئے اور مبارک دور کا آغاز" (ج اول ص ۱۶۷) ایک صفحے کے بعد اسی مبارک آغاز کے بارے میں پھر لکھتے ہیں "یہ بڑا مبارک آغاز تھا اور اس سے میری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے مجھے خود اندازہ نہ تھا کہ یہ اقدام خود میری زندگی میں انقلاب انگیز بلکہ عہد آفرین ثابت ہوگا۔ (۱۶۹-۷۰) کتاب کا ایک اقتباس بھی اس موقع پر درج فرمایا گیا ہے جس میں مولانا کی زندگی کے نئے اور عہد آفرین دور اور اسکی خصوصیات کا عکس جھلک رہا ہے۔ ارشاد ہوا ہے۔

"کیفیات ایمانی کے جان نواز جھونکے تاریخ اسلام میں بارہا چلے ہیں لیکن ایمان و یقین اور خلوص وللّٰہیت کی ایسی باد بہاری ہمارے علم میں کم سے کم اس ملک میں اس سے پہلے نہیں چلی نہ اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانے پر عزم و توکل جوش جہاد 'ایمان و احتساب' شوقِ شہادت اور یقین آخرت کے ایسے نمونے دیکھنے میں آئے۔ آدم گری و مردم سازی 'اصلاح و انقلاب کے ایسے محیر العقول واقعات بھی اصلاح و تربیت کی تاریخ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں" (ص ۱۶۹)

مولانا نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہاں دین کے ساتھ وسیع معنی میں علم و ادب کا بھی دور دورہ تھا خود آپ کے والد ماجد جو مختلف جہات کی علمی وادبی شانیں رکھتے تھے۔ ایک طرف "نزهة الخواطر و بهجة المامع و النواظر" جیسی بیش بہا علمی و تاریخی عربی تصنیف کا فخر حاصل فرمایا تو دوسری طرف "گل رعنا" جیسی اردو شعر وادب میں پائے کی کتاب بھی آپ کے قلم

سے نکلی۔ حضرت داداصاحب بھی صاحبِ تصانیف بزرگ تھے ۔اس خاندانی ماحول سے آگے بڑھ کر ندوۃ العلماء کا علمی وادبی ماحول آتا ہے۔ پھر ذاتی ذوق بھی ماشاءاللہ بچپن ہی سے کتاب کے کیڑے ہونے کا نصیب میں آیا تھا۔ جو پڑھا اور بہترین استادوں سے پڑھا وہ تو حرفِ جان بنایا ہی۔ اسکے ماسوا بھی جہاں تک ہاتھ پہنچا اسے پڑھنے اور ہضم کر لینے سے نہ چھوڑا۔ سولہ سال کی عمر میں اقبال کی نظم کا عربی ترجمہ کر کے ان سے داد پائی۔ سترہ کی عمر میں سید رشید رضا مصری کے المنار جیسے رسالے میں اپنے مضمون کے ساتھ بار پانا۔ یہ سب اسی علمی وادبی ذوق اور ماحول کی کارفرمائی تھی۔

لیکن دین اور دینی شعور بھی اپنے اعلیٰ خاندانی ماحول اور دینی تعلیم کی بنا پر برابر کا اثر رکھے ہوئے تھا یہی چیز تھی کہ انیس بیس سال کی عمر میں ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے علم قرآن سے مستفید ہونے کے لئے لاہور گئے تو صرف درسی فائدہ اٹھا کر واپس نہیں آگئے بلکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ میں جو باطنی کمالات اور شان خدارسی تھی کہ اسکا اثر خود درس سے بھی بڑھ کر طبیعت نے قبول کیا خود ہی فرماتے ہیں۔

"میری زندگی میں وہ بڑا مبارک دن اور بڑی سعید گھڑی تھی جب مولانا احمد علی لاہوری امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ سے نیاز حاصل ہوا۔ میری زندگی کے دو بڑے موڑ ہیں جہاں سے زندگی نے نیا راستہ (جہاں تک خیال ہے بہتر اور مبارک راستہ) اختیار کیا۔ پہلا موڑ جب مولانا احمد علی صاحب سے ملاقات ہوئی تو میری زندگی اچھی یا بری۔ بہر حال موجودہ زندگی سے بہت مختلف ہوئی اور شاید اس میں ادب و تاریخ اور تصنیف و تالیف کے سوا کوئی ذوق اور رجحان نہ پایا جاتا۔ خداشناسی اور خدارسی راہ یابی اور درست روی تو بڑی چیزیں ہیں مولانا کی صحبت میں کم سے کم خدا طلبی کا ذوق اور خدا کے نام کی حلاوت اور مردانِ خدا کی محبت اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔" (پرانے چراغ حصہ اول ص ۱۳۴)

یہ بات ۳۲۔۱۹۳۱ء کی ہے کہ لاہوری مرد درویش کے فیضِ صحبت سے خدا طلبی کے ذوق اور خدا کے نام کی ذائقہ شناسی دولت کا اضافہ ' مولانا کے کہنے کے مطابق ان کی شخصیت کے عناصر میں ہوا۔ اب بس ایک آنچ کی کسر اور تھی کہ شخصیت اپنے وقت کی ایک کامل شخصیت کے سانچے

میں ڈھلنے کی راہ پالے۔ اس کسر کے پورا ہونے کا ڈول بھی ٹھیک اسی زمانے میں اس طرح پڑا کہ مولانا کو اپنے خاندانی ہیرو اور فخر ملت اسلامیہ ہند حضرت سید احمد شہید کے حالات و سوانح کے مطالعے کی تحریک بعض اسباب سے پیدا ہو گئی اور پھر سید صاحب کے انقلاب انگیز اور مردم ساز حالات کی دنیا میں چار پانچ سال بسر کر کے جب وہ سیرت شہیدؒ کے مسودے کیساتھ باہر آئے تو اپنی علمی و ادبی اور تاریخی شخصیت کیساتھ اور خدا طلبی خدایابی کے تازہ یاب ذوق و رجحان کے ساتھ راہ خدا میں آبلہ پائی و سر فروشی کے اس جذبے کی آنچ بھی پا گئے تھے جس سے ایک مومن صادق کی شخصیت تکمیل پاتی ہے۔ اور پھر اس کا اندرون اس صدائے برحق سے گونج اٹھتا ہے کہ ؎

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دل کے آئینے میں وہ تجھ کو دکھا کر رخِ دوست زندگی اور بھی دشوار سے دشوار کرے

لیکن یہ ۱۸۵۷ء کے بعد والا ہندوستان ہے جب تیر و سناں کی آزمائش کا وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے بلکہ ۱۹۲۴ء کے بھی بعد والا زمانہ جب خلافت اسلامیہ عثمانیہ کی شمشیر خارا شگاف ہماری شومئی اعمال سے دو نیم ہو چکی ہے اب صرف زبان و قلم، دعوت و پکار اور جسم و جاں کی تمام توانائیوں کیساتھ ایک جہد مسلسل ہی سے اندرون کی اس گونج اور تڑپ کیلئے تسکین کا سامان ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں کو بھی مولانا سے کچھ اچھی واقفیت کا موقع ملا ہے ان میں شاید کوئی ایک بھی اس معاملہ میں دوسری رائے نہ رکھتا ہو کہ مولانا نے ایک بے تاب روح کیساتھ اپنی تمام علمی و ادبی صلاحیتیں اور جسم و جان کی گونج انہوں نے سیرت شہید علیہ الرحمہ کی تالیف کے وقت سے اپنے دل و دماغ میں پائی تھی۔ گویا ع صلہ ءِ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

لیکن اس "تب و تاب" کی روح وہی "دل کے آئینے میں رخ دوست کی دید" تھی جو حضرت سید شہید کو شہادت گہہ بالاکوٹ میں لے گئی اور یہ دید اور اس پر مزید "ھل من مزید" کی تڑپ اگر نہیں تو یہ "تب و تاب" وہ اعتبار اور وہ اعزاز حاصل نہیں کر پاتی جو ہم نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ذات گرامی کے معاملے میں دیکھا۔ ہماری خوش قسمتی کے مولانا مرحوم کو اس شئی کی قدر و قیمت کا ایسا غیر معمولی احساس میسر آیا تھا کہ انہوں نے اپنی دعوتی جد و جہد ہیں

اس کی اہمیت نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی۔ یہاں زیادہ مثالیں نہیں دی جاسکتیں صرف ایک اقتباس سن لیجئے جو ایسی نماز کی تجدید کی دعوت وترغیب سے ماخوذ ہے جو نماز ”رخِ دوست“ کو دکھانے والی ہو۔ اپنی مایہ ءناز کتاب ”ارکان اربعہ“ میں فرماتے ہیں۔

”تجدید واحیاء اور اصلاح وانقلاب کی کوشش اور تحریک اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب امت کے عوام اور علما میں عشق و محبت اور ایمان ویقین کی اس چنگاری کو دوبارہ بھڑکایا جائے اور دعوت وتربیت اور جہاد ومجاہد اور اس حقیقی پرسوز اور خشوع وخضوع والی نماز کی کچھ جھلکیاں امت میں پھر پیدا ہوں جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی سب سے بڑی خصوصیت اور طاقت تھی۔“ (ص ۱۱۷)اس شئی کی قدر وقیمت اور اسلامی زندگی میں اسکی اہمیت کا یہ احساس اس مردِ اقبالمند کو تھا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری جیسے جو مردان حق اسکے تجربے میں یا علم ومطالعے میں آئے کہ جن کی رہنمائی یا جن کے نقش قدم کی پیروی سے اس دولت بیدار کی راہ کھلتی ہے۔ انکے معاملے میں اس نے جب دیکھا کہ امت کا الخلقہ کو اصطلاحی غلط فہمیوں کے باعث نہ صرف ان سے کنارہ کش بلکہ انکی مخالفت کو خدمت حق سمجھ رہا ہے تو داد دینی حق ہے کہ اس مردِ خدا نے اپنی نہایت نمایاں مقبولیت تک کو خطرے میں ڈال کر ایک پوری کتاب ربانیة لارهبانیه کے نام سے ترتیب دے ڈالی۔ بس اسی کے ایک چند سطری اقتباس پر یہ گفتگو ختم ہوتی ہے کہ اسمیں انس کا ایک پیغام بھی صاف سنا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب کے دیباچے میں ارشاد ہوا ہے۔

وبعد افهذا مقالات كتبت فى أوقات مختلفة وفى مناسبات مختلفة ، و بعضها حديث لم يطبع ، تجمع بينها وحدة معنوية وهى شرح فكرةٍ على أساس العلم والتجربة ، وايضاح ضرورة او ثغرة فى حياتنا و أخلاقنا لا بد ان تسد و دفاع عن جماعة اشتدت حولها الخصومة فى هذا العصر ، ومعظم من يخوض فيها و يتحمس لا يعرفها معرفة شخصية عميقة ولا يتعب نفسه فى دراستها وقد اتاح الله للمولف ۔ لحكمة يعلمها. فرصه الاتصال بها اتصالا لا يتاتى لكل من عاش فى مثل جوه العلمى وبيئته العصرية ، فسجل مشاهداته وانطباعاته وحصيلة

دراسته وخياته فی هذه المقالات ' مجموعة فی هذا الكتاب ' ننشرها اليوم قياما بالواجب واعترافا بالجميل و دفاعا عن جماعة تدين لها بعض الأ جيال وبعض الأ قطار بالدخول فی الإسلام ' أوبالبقاء عليه ' راجيا من الله ثواب هذا العمل وعسى ان يحرك ساكن القلوب ' وان يثير كامل الايمان ' وان يحمل بعض العقلاء المنصفين على التفكير من جديد ' وعلى طلب المزيد ' و بالله التوفيق وله حمد فی الأولی والاخرة۔　اردو بھی میں عبارت کا مفہوم یوں سمجھئے۔

یہ چند مضامین و مقالات ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف مناسبتوں سے لکھے گئے ہیں لیکن ایک معنوی وحدت نے ان سب کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔ یہ اپنے علم و تجربے کی بنیاد پر ایک فکر اور ایک خیال کی وضاحت ہے اور ہماری زندگی اور اخلاقیات کیلئے ایک ایسی ضرورت کی نشاندہی ہے کہ اسکی طرف توجہ نہ کرنے سے ایک بڑا بھاری خلا رہتا ہے۔ یہ دفاع ہے اہل حق کی ایک ایسی جماعت کا جو مسلسل نکتہ چینی میں زیادہ تر جوش دکھانے والے وہ ہیں جنکو اس جماعت کے بارے میں نہ کوئی مناسب ذاتی واقفیت ہے اور نہ اسکے بارے میں کسی گہرے مطالعے کی زحمت اٹھائی گئی ہے۔

اس مصنف پر اللہ کا یہ ایک بڑا فضل ہے کہ خالص علمی و ادبی ماحول میں رہتے ہوئے جہاں س جماعت سے رشتہ و تعلق کا موقع عام طور پر نہیں ملا کرتا اسے یہ موقع حاصل ہوا۔

آج یہ مجموعہ مضامین اللہ کی توفیق سے ایک ادائے فرض کے طور پر اس جماعتِ حقہ کے فاع میں شائع کیا جا رہا ہے جسکے احسان سے پورے پورے ملک اور قومیں سبکدوش نہیں ہو سکتیں انہیں کی مخلصانہ اور مجاہدانہ کوششوں کی بدولت انکو اسلام میں داخلے کی دولت یا اس پر قائم رہنے کی عزت ملی۔ یہ اس امید پر شائع کیا جا رہا ہے کہ شاید دلوں کے ساکن سمندر میں اضطراب کی کوئی موج اس سے پیدا ہو ایمان کا جذبہ خفتہ جاگ اٹھے۔ اور ملت کے ذہین و فہیم اور حق پسند افراد اس مسئلہ پر از سرِ نو غور کے لئے اور خوب سے خوب تر کی یافت و دریافت کے لئے آمادہ ہوں۔ توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی اول و آخر سزاوارِ حمد ہے۔

☆☆☆☆

راشد الحق سمیع حقانی

کیتھولک چرچ اور پوپ جان پال کا اعترافِ جرم

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیمان کا پشیماں ہونا

گزشتہ ماہ ۱۱ مارچ کو عالمِ عیسائیت کے روحانی مرکز 'ویٹی کن سٹی' میں کیتھولک عیسائی فرقے کے مذہبی راہنما پوپ جان پال نے چرچ سے وابستہ سینکڑوں پادریوں اور کارڈنیلوں کے ہمراہ تیسرے عیسوی میلینئم کے آغاز کی مناسبت سے ایک بہت بڑی تقریب میں دنیا بھر کے مظلوموں سے عالم عیسائیت اور کلیسا کی طرف سے گزشتہ دو ہزار سال میں ڈھائے گئے مظالم کی معافی مانگی اور پوپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اپنی مغفرت کیلئے دعائیں طلب کیں (۱)۔ ہم عالم عیسائیت کے روحانی پیشواء پوپ جان پال اور کیتھولک چرچ کے "اعترافِ گناہ" (یعنی اعترافِ جرم) کو تسلیم کرنے پر وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بڑے اقدام کا محتاط انداز میں خیر مقدم کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک اچھی مثال ہے کہ انسان اپنے گناہوں اور اپنے مظالم کا اعتراف کر لے۔ بالآخر عالمِ عیسائیت کو اپنے بدترین دو ہزار سالہ مظالم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ضمیر کی خلش اور جرائم کا بوجھ اٹھائے ہوئے عالم عیسائیت دو ہزار سال تک ڈھٹائی کیساتھ اپنے غلط موقف پر ڈٹی رہی۔ لیکن آخر کار انہیں یہ بھاری بھر کم بوجھ مظلوموں کی چوکھٹ پر رکھنا ہی پڑا۔ تاریخِ عالم کی مجروح کتاب اٹھا کر دیکھئے تو آپکو اس میں ایک ایسے مذہب کے ظلم و ستم کی خون ریز داستانیں دیکھنے کو ملیں گی جسکی بنیاد امن و سلامتی، ایثار اور جذبہ برداشت کے اصولوں پر رکھی گئی تھی اور جسکے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "اگر کوئی تمہیں ایک تھپڑ مارے تو تم دوسرا گال

(۱) اس تقریب سے ایک ماہ قبل جب راقم ۱۹ فروری کو ویٹی کن سٹی (اٹلی) دیکھنے کیلئے گیا تھا تو اس تقریب کے انعقاد کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور اسکی بازگشت روم میں سنائی دے رہی تھی۔

بھی اسکے سامنے پیش کرو مگر اسے ضرر نہ پہنچاؤ۔" لیکن اس کے برعکس عالم عیسائیت نے ظلم و ستم، غصب، چھینا جھپٹی، قتل و قتال اور انتہا پسندی کو اپنا شعار بنایا۔ آغاز یہودیوں کے قتل عام سے کیا گیا اور بعد میں دیکھتے ہی دیکھتے انہیں مسلمانوں کے خونِ ناحق کی چاٹ لگ گئی لیکن پندرہ سو برس سے آج تک انکی خونی پیاس نہ بجھ سکی۔ گزشتہ دو ہزار سال کے آخری ادوار کی دہلیز بھی انہوں نے بوسنیا، کوسوو اور چیچنیا میں مسلمانوں کے مقدس خون ناحق میں ڈبو دی۔ تھوڑا عرصہ قبل جب نیٹو سرب جارحوں پر برائے نام حملے کر رہی تھی تو اسی پوپ جان پال اور کیتھولک چرچ نے نیٹو سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بار بار کیا۔ لیکن جب یورپ ہی کے بے گناہ مسلمانوں کو کوسوو میں تہِ تیغ کیا جارہا تھا تو پوپ جان پال اور چرچ دونوں خاموش رہے۔ یہ عدل و انصاف کے ماپنے کے چرچ کے پاس کیسے بے مثال پیمانے ہیں؟ بقول ایک عیسائی رہنما بشپ واصل "بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ 'جنگ مقدس' ہے" (اگست ۱۹۹۲) اسی لئے انہوں نے بوسینا اور کوسوو وغیرہ میں ہرا معیار اپنائے رکھا۔ اسی طرح تعصب کی دوسری مثال ہمارے سامنے ہے جب چند ماہ پیشتر امریکی صدر بل کلنٹن روم کے دورے پر آئے تو وہاں کے لاکھوں متعصب عیسائیوں نے ویٹی کن چرچ کے زیر سایہ تشدد آمیز مخالفانہ مظاہرے امریکی صدر کے خلاف کئے کہ اس نے کیوں سربوں کا ہاتھ روکا کیونکہ اس نے بظاہر مسلمانوں کی طرفداری کی ہے (جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں تھا) عالم عیسائیت کی مسلم دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک سے ہی عالم عیسائیت نے مسلمانوں کے خلاف طبلِ جنگ بجادیا تھا۔ پھر بعد میں صلیبی جنگوں کی صورت میں عالم عیسائیت نے عالم اسلام کو مٹانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن اس میں شکست کے کچھ عرصے بعد انہوں نے مسلمانوں پر نئے سرے سے یلغار کر دی۔ جو آج تک مسلسل ہمیں کسی نہ کسی صورت میں ہر جگہ نظر آتی ہے۔ خصوصاً سودیت یونین کی شکست و ریخت اور کمیونزم کی ناکامی کے بعد تو مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ مغربی میڈیا میں مسلمانوں کے خلاف بنیاد پرستی (Fundamentalism) انتہا پسندی، قدامت پرستی، رجعت پسندی اور تنگ نظری کا مستقل پرچار کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو دہشت گردی وغیرہ کا طعنہ دینے والے ذرا انصاف سے کام لیں کہ گزشتہ

دوڈھائی سو برسوں میں کسی ایک مسلمان ملک نے کسی دوسرے مذہب سے وابستہ ملک پر حملہ کیا ہے ؟ یہ عالم عیسائیت اور مغربی ممالک ہی ہیں جو آئے روز عالم اسلام کو اپنا شکار بنا رہے ہیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب اور اقوام نے بھی اس تعصب کو اب پہچان لیا ہے۔ شاید اسی لئے اب ویٹی کن سٹی کے زیر اہتمام یہ تازہ کھیل تماشہ منعقد کیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اسکی تہہ میں کیا چھپا ہے ؟

عالم عیسائیت کے ماضی کی عیارانہ چالیں کیا عالم اسلام فراموش کر سکتا ہے ؟ آج بھی عالم اسلام کے قلب و جگر (کوسوو اور چیچنیا) عالم عیسائیت کی دست اندازیوں اور سازشوں کے طفیل بری طرح مجروح نہیں ہو رہے ؟ کیا پوپ اور چرچ ان ظالم قوتوں کو روک نہیں سکتے ؟ یا ان قوتوں سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے ؟ عالم اسلام کی تباہی اور بربادی میں کیتھولک چرچ ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ آیئے اس کا ایک مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۰۹۵ء میں عالم عیسائیت کے روحانی پیشوا پوپ اربَن ثانی نے عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگوں کا آغاز کیا اور ان جنگوں کو "مقدس جنگ" قرار دیا گیا اور ان میں لاکھوں مسلمانوں کا بیدردی سے قتل کیا گیا۔ (گو کہ ان جنگوں میں کامیابی مسلمانوں کا مقدر بنی اور عظیم جرنیل سلطان صلاح الدین ایوبی نے انکا غرور خاک میں ملا دیا۔) ایک عیسائی مورخ نے اپنے ہم مذہبوں کی سفاکی کی داستان یوں بیان کی ہے "کہ اس وقت القدس کی کچی گلی کوچوں میں مظلوم شہریوں کا اتنا خون بہایا گیا کہ گلی کوچوں میں گھوڑوں کے ٹخنے خون میں ڈوب جاتے تھے اور ان گلی کوچوں میں مسلمان عورتوں اور بچوں کی لاشیں خون کی ندیوں میں تیرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔" ڈیڑھ ۲ سالہ صلیبی جنگوں کے بعد بھی عیسائیوں نے ایک خاص حکمت عملی سے عالم اسلام اور سلطنت عثمانیہ کی عالمگیر خلافت کو پاش پاش کرایا۔ (اس سلسلے میں برٹش جاسوس ھیمفرے کے اعترافات پڑھنے کے لائق ہیں۔) بعد میں عالم عیسائیت نے عالم اسلام کو اپنی کالونیز کے جال میں دبوچا او تقریباً کئی سو سال تک برصغیر انکے زیر تسلط رہا اسی طرح ان لوگوں نے نہ عالم عرب کو بخشا اور نہ افریقہ کو۔ جب استعمار سے عالم اسلام نے ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد اس صدی میں بالآخر آزادی حاصل کرلی تو عالم عیسائیت نے ظلم و بربریت اور اجارہ داری کا کام امریکہ کے سپرد کر

دیا جو گزشتہ ساٹھ ستر برس سے مسلمانوں کو بری طرح جھنجھوڑ رہا ہے۔ لیکن اطمینان بخش بات یہ ہے کہ الحمدللہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد اور حق خودارادیت کا عنصر بیدار ہو چکا ہے۔ رومن چرچ اور پاپائیت نے دوسرے مذاہب پر مظالم ڈھانے کے علاوہ خود اپنے ہم مذہبوں کی بھی نہیں بخشا۔

کلیسا اور پاپائیت کے عیسائیوں پر مظالم خود کلیسا اور پاپائیت نے اپنے ہی ہم مذہبوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ بھی تاریخ کا ایک عبرتناک باب ہے۔ کلیسا نے اپنی اجارہ داری اور من مانی کے خلاف مختلف ہتھکنڈے اپنائے۔ اسی سلسلہ میں مذاہبی عدالتیں جو 1231ء میں پوپ گریگری نہم نے قائم کیں اور اسی طرح سپین میں بھی 'قسطیلہ' میں 1290ء میں یہ عدالتیں شروع کی گئیں۔ ان عدالتوں میں دو طرح کے مجرم پیش کئے جاتے تھے۔ (۱) پوپ کی طریق زندگی اور اسکے مذہب سے مخالفت کرنے والے۔ (۲) مروجہ مذہب کے خلاف علمی و تمدنی ترقی میں حصہ لینے والے۔

ان عدالتوں نے تین لاکھ سے زائد مذہبی دانشوروں اور دیگر اصلاح پسندوں کو قتل کیا آزادیٔ نسواں کے ''علمبرداروں'' نے ہزاروں عورتوں کو زندہ جلایا۔ سائنس وٹیکنالوجی کے نام لیوا یورپ نے ہزاروں سائنسدانوں کو نہ صرف طرح طرح کی اذیت ناک سزائیں دیں بلکہ انہیں بیدردی سے قتل بھی کیا گیا۔ اٹلی کے معروف سائنسدان گیلیلیو گیلیلی (1564ء - 1642ء) کو زمین کے سورج کے گرد گھومنے کے نظریے کی پاداش میں طویل ترین قید و بند کی صعوبتوں سے گزارا گیا۔ اسی طرح ''وینی نی'' جو مسئلہ ارتقاء پر ایمان رکھتا تھا اسکی زبان کاٹ لی گئی اور آگ میں زندہ جلادیا گیا۔ ''ہپاشیہ'' افلاطون کی تصانیف کی معروف مفسرہ تھیں۔ اسکو بھی سزائے موت دی گئی۔ ''کوپرنیکس'' نے زمین کی گردش اور آسمان کا ساکت ہونا ثابت کرنے کی کوشش کی تو اسکو بھی ذلیل کیا گیا اور وہ کسمپرسی کی حالت میں ہلاک ہوا۔ ''برونو'' جو ''کوپرنیکس'' کے نظریے کی تائید کرتا تھا اسے بھی سات برس تک جیل میں ڈالا گیا۔ اور پھر آگ میں زندہ جلادیا گیا۔ اسی طرح یورپ میں بے شمار عورتوں کو جادو اور دیگر علوم سیکھنے کے الزام میں بیدردی کیساتھ قتل کر کے انکی لاشیں تک جلادی گئیں۔ تاکہ دوسرے لوگ ان سزاؤں سے عبرت حاصل کر سکیں۔

کلیسا اور پاپائیت نے اپنے اقتدار کے بھینٹ علم و فضل کے ہزاروں ستاروں کو ہمیشہ کیلئے بجھا

کر رکھ دیا۔ (یہ صرف چند مثالیں ہیں جو اختصار کیساتھ بیان کی گئیں۔) آخر کار کلیسا کے ان مظالم کے خلاف جرمن نژاد پادری مارٹن لوتھر (1546-1483) نے عَلم بغاوت بلند کیا۔ اور روم جا کر 31 دسمبر 1517ء میں "وٹن برگ" کے گرجا کے دروازے پر اپنے پچانوے نکات پر مشتمل تنقیدی مضمون چسپاں کر دیا۔ مارٹن لوتھر جہاں پاپائیت کے تسلط اور بعض مذہبی قوانین کا باغی تھا وہیں اس نے کلیسا کی طرف سے جاری کیئے گئے "معافی ناموں" کی بھرپور مخالفت کی۔ یہ معافی نامے جو ہر شخص چند روپوں میں حاصل کر سکتا تھا۔ ہر قسم کے گناہ کی معافی کیلئے چرچ نے نرخ مقرر کر رکھے تھے۔ مثلاً کسی کی عصمت دری پر ۹ شلنگ 'اسقاطِ حمل کی معافی کیلئے 1/2 3 شلنگ' عدالت میں جھوٹی قسم کے 9 شلنگ 'لونڈی رکھنے کے 1/2 10 شلنگ۔ اسکے علاوہ آئندہ جو گناہوں کا ارادہ رکھتا ہو اس کی معافی بھی پیشگی وصول کی جاسکتی تھی۔ یہ معافی نامے "جنت کے پروانے" باقاعدہ تحریری طور پر سرٹیفیکیٹ کی صورت میں جاری کیئے جاتے تھے۔ مارٹن لوتھر نے اس پہلو کو بہت زیادہ اچھالا آخر چرچ نے 1521ء میں اسے بدعتی قرار دیا لیکن اسکی تحریک پھر بھی آگے بڑھتی رہی اور باقاعدہ عیسائیت کی ایک شاخ پروٹیسٹنٹ فرقے کے نام سے معرض وجود میں آئی۔ مارٹن لوتھر سے پہلے بھی پاپائیت کے خلاف کئی لوگوں نے مختلف ادوار میں آوازیں اٹھائیں جیسے "بوہیمیا" میں جان ہٹس اور چودہویں صدی عیسوی میں انگریز عالم جان ویکلف اور فرانسیسی پیٹر والڈو وغیرہ وغیرہ نے کافی اصلاحی کوششیں کیں۔ ویکلف پادری جو آکسفورڈ میں پروفیسر بھی تھا اور اس نے سب سے پہلے انجیل کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا (اس سے پہلے بائبل کا ترجمہ انگریزی یا دوسری زبانوں میں ممنوع تھا۔) اسکو کلیسا کی مخالفت اور ترجمہ کرنے کی پاداش میں مرنے کے 31 برس بعد 1415ء میں کلیسا کی ایک مجلس کے فیصلے کے مطابق سزا کے طور پر قبر سے اسکی ہڈیاں نکلوا کر آگ میں جلادی گئیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم و تعصب ہو سکتا ہے؟ اسی طرح چیکوسلواکیہ کے جان ہیس جو "بریگ" یونیورسٹی کا صدر مدرس تھا اس نے بھی کلیسا کی من مانیوں کی مخالفت وایکلف کی طرح جاری رکھی۔ شہنشاہ نے اسے جان کی امان دے کر سوئٹزرلینڈ کی مجلس کلیسا میں طلب کیا' اور اس کو اپنے نظریے سے انحراف کرنے کیلئے کہا گیا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا بادشاہ اور کلیسا نے جان

کی امان دینے کے باوجود اس محبوب اور ہر دلعزیز علمی شخصیت کو لوگوں کے سامنے 1415 میں زندہ جلادیا گیا۔ مارٹن لوتھر کی تحریک انہی باغی صداؤں کی بازگشت کا نتیجہ تھی۔ اسکے علاوہ عالم عیسائیت کے کیتھولک' آرتھوڈیکس اور پروٹسٹنٹ فرقوں نے اب تک لاکھوں افراد کو تعصب کی بنا پر خود قتل کیا۔ یہ کشمکش اب بھی آپ کو انگلینڈ اور آئرلینڈ میں دیکھنے کو ملے گی۔ بعد میں پروٹسٹنٹ مذہب کے بھی دو فرقے ہو گئے اور ان میں بھی پھوٹ پڑ گئی' ایک فرقہ لوتھر اور دوسرا کالوین کو منسوب ہوا۔ اسی طرح عیسائیت کے گڑھ یورپ کی باہمی تیس سالہ جنگ (1648 - 1618) میں بھی مختلف پادریوں نے گھناؤنا کردار ادا کیا۔ جیسے فرانس کے کارڈنیل ویٹر نے برطانیہ کے خلاف سیاسی دباؤ کو مزید ابھارا۔ عہد حاضر میں مسلمانوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ پوپ جان پال یا رومن چرچ پر عالم عیسائیت کا مکمل اتفاق ہے لیکن پروٹسٹنٹ فرقہ نے تاجِ برطانیہ کو کلیسا کا سربراہ تسلیم کیا ہوا ہے اور یہ انہی کو اپنا "قبلہ" مانتے ہیں۔ اس سے قبل بھی ماضی میں 1378ء میں مجلس کلیسا میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اور دونوں فرقوں نے اپنے اپنے جدا پوپ منتخب کر لئے تھے۔ ایک پوپ روم (ویٹ کن سٹی) میں رہائش پذیر تھا اسے مقدس رومی سلطنت کا شہنشاہ اور شمالی یورپ کے بیشتر ممالک پوپ تسلیم کرتے تھے اور دوسرا "مخالف پوپ" کے نام سے مشہور ہوا۔ "وہ ادیبوں میں رہتا تھا" اسے فرانس کے بادشاہ اور چند دوسرے طبقے تسلیم کرتے تھے۔ تقریباً چالیس سال تک یہ مخاصمت کی صورتحال جاری رہی۔ دونوں پوپوں نے ایک دوسرے کو ملعون اور کافر قرار دیا۔ بعد میں اگرچہ 1417ء میں صلح ہو گئی لیکن یورپ پر اس تنازعہ نے بھی گہرا اثر ڈالا۔ تب سے یورپ لامذہبیت' میٹریل ازم اور ماڈرن ازم کی شاہراہ پر چل رہا ہے جو کہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ مذہب میں اعتدال اور جدیدیت اور قوت برداشت کا عنصر لازمی طور پر ہونا چاہیے۔ لیکن سراسر بغاوت اعراض اور مخالفت پہلے زندیقیت اور بعد میں دہریت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ انسان اور مذہب کے درمیان کا تعلق ایک لازوال رشتہ کا سا ہے۔ اسلیئے ڈاکٹر "رینان" نے کہا ہے کہ "مذہبی جبلت انسان میں ایسی ہی فطری ہے جیسے چڑیوں میں گھونسلے بنانے کا جذبہ فطری ہے۔" اور باقی مغرب کے فلسفی اور دانشور جیسے نیٹشے' کانٹ' استوری وغیرہ برملا کہتے ہیں کہ "نفس انسانی کا جوہر مذہبی احساس ہے اور تمدنی زندگی

کیلئے مذہب بمنزلہ روح کے ہے۔

عیسائیت اور نسلی و لسانی تعصب عالم عیسائیت نے دوسری جنگ عظیم میں تقریباً آٹھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا۔ اسکے پیچھے مارٹن لوتھر کی پھیلائی گئی نفرت کار فرما تھی۔ کیونکہ اسے سامیوں سے شدید نفرت تھی مارٹن لوتھر کی یہی تعصب سے پُر نفرت آمیز تحریریں نازیوں کیلئے مہمیز ثابت ہوئیں۔ اسی وجہ سے یہودیوں پر بے شمار مظالم ڈھائے گئے گو کہ یہودیوں نے جو بویا تھا وہی کاٹا۔ اسی طرح مسلمانوں کے قتل عام اور دشمنی میں عیسائیوں کی صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا انتقام ہمیشہ سے کار فرما رہا ہے۔ ماضی میں پرتگالیوں، ولندیزیوں، فرانسیسیوں اور برطانویوں کی عالم اسلام کے خلاف وقفے وقفے سے شورشیں اور استعمار کی صورت میں عالم اسلام پر قابض ہونے میں وہی پرانی مخاصمت اور تعصب کار فرما رہا ہے۔ اور ابھی حال ہی میں سوویت یونین کی شکست کے بعد امریکی نیو ورلڈ آرڈر کا آنا اور مسلمانوں کے خلاف اسکا بنیاد پرستی، انتہا پسندی، تخریب کاری جیسے منفی پروپیگنڈے کا پرچار کرنا پرانے تعصب کا ایک تسلسل ہے۔ اسی طرح ابھی حال ہی میں متحدہ یورپ کا معرض وجود میں آنا بھی دراصل مسلمانوں کے خلاف نئی صلیبی جنگوں اور اسکی حاکمیت تسلیم کرانے کا عندیہ دینا ہے۔ امریکہ اور بھارت کے نئے تعلقات میں بھی مابہ الاشتراک مسلمانوں کی دشمنی ہی ہے۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے حالیہ دورہ جنوبی ایشیا میں نئی دہلی میں بھارت کو اپنا فطری حلیف قرار دیا ہے۔ امریکی صدر سے پہلے یہ نظریہ ایک بہت بڑے امریکی دانشور نے نئی دہلی میں ببانگ دہل پیش کیا تھا "بھارت ہمارا فطری حلیف ہے ہمارا کلچر اقتصادی اور سیاسی نظام بھی بہت قریب قریب ہے۔ اور اسی طرح ہم مسلمانوں کی دشمنی میں ایک ہی موقف رکھتے ہیں اور ہم ہندوازم کو عیسائیت کے بہت قریب سمجھتے ہیں۔" یہ تمام حالات مسلمانوں کے پیش نظر ہیں لیکن اس کا مقابلہ کرنے کیلئے ان میں کوئی تیاری نہیں پائی جاتی۔ پوپ اور کلیسا نے مسلمانوں سے بظاہر معافی مانگ لی ہے لیکن مفاہمت، صلح جوئی اور باہمی اخوت اور مساوی حقوق کا کوئی بھی پہلو اس تقریب کی زینت نہ بن سکا۔ نہ ہی انہوں نے کوئی صلح و صفائی کا ایجنڈا پیش کیا اور نہ ہی زمانہ حال کے مظلوم اور قہر زدہ مسلمانوں کے زخموں کیلئے کوئی مداوا پیش کیا۔

۴۰۰

افکار و تاثرات ___ (قارئین بنام مدیر) جناب ڈاکٹر سلمان ندوی (جنوبی افریقہ)

فرزند حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا عتیق الرحمان سنبھلی، لندن۔ مولانا لطافت الرحمان صاحب۔ مولانا سعید الرحمان محمد علی امری، سعودی عرب۔ جناب اعجاز ملک، امریکہ۔ جناب عبدالرحمان شاکر (انڈیا) باب ڈینس، ٹیکساس۔ Yuichiro Ishii، جاپانی پروڈیوسر نیوز سیکشن، ٹوکیو۔

محترم مدیر اعلیٰ الحق مولانا سمیع الحق صاحب حفظکم اللہ۔

السلام علیکم ۔ مجلّہ الحق برابر مل رہا ہے۔ میں اس کرم نوازی کیلئے بہت ہی ممنون ہوں اس مجلّہ کا طرہ امتیاز حق گوئی ہے۔ الحق کا شمارہ مولانا علی میاںؒ پر خوب ہے اور بر وقت ہے، مقالات میں تنوع ہے۔ مولانا علی میاںؒ جب پہلی بار پاکستان آئے تھے تو واپسی کے بعد انہوں نے حدیث پاکستان کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی تھی۔ کیا ہی بہتر ہو اگر آئندہ کے کسی شمارہ میں پہلے اور پھر آخری سفر کے موقع پر جو کچھ انہوں نے فرمایا تھا اسکو پھر سے ایک مقالہ کی شکل میں دہرایا جائے۔ اس سلسلہ میں قاری رشید الحسن صاحب امام مسجد ہوری ٹاؤن سے بھی تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کی کامیابی کیلئے ہمہ وقت دعا گو ہوں۔ ابھی تک اسکا مجھے شدت سے احساس ہے کہ پاکستان میں علماء حق کے پلیٹ فارم کی کوئی منظم صورت نہیں نکل سکی ہے آپ ہی کچھ کوشش فرما کر اس طرف توجہ فرمائیں تاکہ موثر نمائندگی کی شکل نکل سکے اجتماعی قیادت مفقود نظر آتی ہے۔ والسلام مع الاکرام (ڈاکٹر علامہ) سید سلمان ندوی (۲۲ مارچ ۲۰۰۰)

....

(مولانا عتیق الرحمان سنبھلی،

مدیر اعزازی ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ۔ لندن)

برادرم عزیز محترم حافظ راشد الحق حفظہ اللہ۔ السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ۔ دعا ہے بخیر ہوں۔

۲۷ مارچ کو یہاں اسلامک کلچرل سینٹر اینڈ ماسک، ریجنٹ پارک میں ایک سیمپوزیم بیاد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ منعقد ہوا تھا۔ ایک مختصر سا مضمون اس خاکسار نے بھی وہاں پڑھا اسی کی کاپی یہاں بطور ''تحفہ درویش'' آنعزیز کی نذر کر رہا ہوں۔ پسند آئے تو الحق میں دے

دیجئے۔ آپ نے مولانا مرحوم کی یاد میں بہت دلآویز نمبر نکالا۔ والد ماجد محترم کی خدمت میں میرا سلام اور آپ سب سے دعا کی درخواست۔ والسلام

(مولانا) عتیق الرحمان سنبھلی (۴ اپریل ۲۰۰۰)

....

عزیزی راشد الحق سلمہ۔ میں آپکا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے 'الحق' میں 'معارف ترمذی' اور 'تجلیات رحمانی' کا اشتہار شائع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ الحق میں آپکے مضامین پڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو مزید ترقیات سے نوازے۔ 'تجلیات رحمانی' کا نسخہ تو آپ تک پہونچ چکا ہے۔ 'معارف ترمذی' کا نسخہ بھی ان شاء الہ جلد آپکو مل جائے گا۔ اگر ان کتابوں پر فاضلانہ تبصرہ بھی آجائے تو مزید باعث خیر وبرکت ہو گا۔ مولانا سمیع الحق صاحب کی خدمت میں سلام عرض کریں۔ والسلام (مولانا) سعید الرحمان

(مہتمم جامعہ اسلامیہ روالپنڈی، سابق رکن مجلس شوریٰ ووزیر مذہبی امور، حکومت پنجاب)

....

مزاج گرامی۔ محترم کے ارسال کردہ الحق کے خصوصی شمارہ (علی میاںؒ نمبر) کی چار کاپیاں موصول ہوئیں۔ بہت بہت شکریہ۔ میں اس نمبر کی اشاعت پر آپکو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

والسلام (مولانا) فضل ربی ندوی، (ناشر) مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد مینشن کراچی

....

مکرمی جناب ایڈیٹر مجلہ الحق صاحب / حفظہ اللہ

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ اول الذکر تحریر یہ ہے کہ آپکا گرانقدر سالہ ہمیں گزشتہ چند سالوں سے ملتا رہا اور برابر آتا ہے ہم جمعیت طلبہ آپکے بہت شکر گزار ہیں۔ واقعتاً آپکا رسالہ ایک انوکھا رسالہ ہے جسے ہم جمعیت طلبہ بنظر غائر پڑھتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ سال رواں میں بھی ہمیں نہ بھولئے اور ہماری رہنمائی کرتے رہیے، ہمیں امید ہے کہ آپ ضرور ہم جمعیت طلبہ کو سپاس گزاری کا موقع عنایت کرتے رہیں گے۔ اللہ آپکی صحت تادیر تا قائم رکھے۔ امین۔

والسلام عبدالرحمان شاکر

امین العام الندوۃ الشریہ جامعۃ الشریہ دارالحدیث مئونات بھنجن (یو۔پی) انڈیا

۲۰۰۰م

راشد الحق صاحب۔ میں نے آپکا انٹرویو جو معروف صحافی رابرٹ فسک نے آپ سے لیا تھا یہاں (ٹیکساس) امریکہ میں انڈیپنڈنٹ اخبار میں پڑھا۔ کافی معلومات افزا تھا مجھے معلوم ہوا کہ آپ جامعہ حقانیہ کی ویب سائٹ عنقریب قائم کررہے ہیں۔ اگر یہ ویب سائٹ انگریزی میں ہے تو مجھے اپنے ویب سائٹ کا ایڈریس ضرور بھیجیں۔　　باب ڈینس (ٹیکساس) یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ

....

محترم راشد الحق۔ میں آپکا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے دارالعلوم کے دورے کے موقع پر ہماری بڑی رہنمائی اور مہمان نوازی کی۔ میں آج ہی جاپان پہنچا ہوں۔ میری کوشش ہے کہ میں دوبارہ جلد آپ سے ملاقات کروں۔ جاپانی ٹیلی ویژن طالبان اور اسلام کے بارے میں ایک ڈاکومنٹری پروگرام بنارہا ہے، میں اسی سلسلے میں آپ کے والد صاحب اور دارالعلوم حقانیہ اور افغانستان آپکے تعاون سے گیا تھا۔ میں انتہائی متاثر ہوا ہوں مجھے اسلام اور طالبان کے بارے میں آپ حضرات سے کافی تعاون درکار ہے۔ اسی طرح آپکے دادا جان کے تفصیلی حالات مجھے درکار ہیں کیونکہ وہ طالبان کے بانی تھے۔ جب پروگرام یہاں جاپان میں نشر ہوگا تو میں ضرور آپکو آگاہ کردونگا۔ اپنے والد صاحب کو میری طرف سے تسلیمات پیش کیجئے۔　　آپکا مخلص Yuichiro Ishii

پروڈیوسر نیوز سیکشن جاپان نیشنل ٹی وی، ٹوکیو

....

آپکا انٹرویو میں نے دی نیوز اخبار میں رابرٹ فسک کے حوالے سے پڑھا۔ سب سے پہلے میں آپکو حقائق کو اچھے انداز میں پیش کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میں آپکے جامعہ حقانیہ اور اسکے سلیبس میں Interested ہوں۔ آپ جامعہ حقانیہ کی ویب سائٹ سے مجھے فوراً آگاہ کریں۔

آپکی کوششیں بہت مفید اور اثرانداز ثابت ہورہی ہیں۔　　آپکا مخلص

محمد علی امری (سعودی عرب)　　mamri@vt.edu

....

محترم راشد الحق صاحب۔ میں نے ابھی ابھی ایک خوبصورت آرٹیکل جو کہ مدابرٹ فسک نے انڈیپنڈنٹ اخبار میں شائع کیا ہے، پڑھا جو کہ حقانیہ اسکول کے بارے میں ہے۔ میں مزید اسکول کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں خصوصاً آپکی آنے والی ویب سائٹ کے بارے میں۔

۰۲۳م

میں دل و جان سے آپکے مشن اور اھداف کی تائید کرتا ہوں اور جب میں اس سال کے آخر میں پاکستان آؤں گا تو جامعہ حقانیہ بھی ضرور حاضری دونگا۔ مجھے اسکو دیکھنے کی کافی تمنا ہے۔ یہ حقیقی پیغام مدرسہ کے خیر خواہوں کے نام جاری کر رہا ہوں۔ براہ کرم مجھے جواب سے آگاہ فرمائیں۔

والسلام اعجاز ملک jazmalik@aol.com

ایک ضروری وضاحت

سوات مقام بر تھانہ میں جمعیت علما اسلام پاکستان ضلع سوات کے امیر اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان عرف بر تھانے باباجی وفات پاچکے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی وفات کی مختصر اور ناکافی خبر ۱۱ مارچ کے اخبار "پاکستان" کے شمارہ میں اوپر کے الفاظ میں شائع ہو چکی ہے۔

مگر اس خبر میں خبر دینے والے نے ایک ایسی غلط بیانی سے کام لیا ہے جس سے مرحوم کی روح کو بھی تکلیف پہنچی ہوگی۔ غلط بیانی یہ ہے کہ اس خبر میں مرحوم کو مٹہ دار العلوم کا بانی بتایا گیا ہے جو کہ سراسر غلط اور خلاف حقیقت ہے کیونکہ دار العلوم کا بانی مبانی میں ہوں نہ کہ مرحوم۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نے مختلف وجوہات کی بنا پر مٹہ دار العلوم کی سرپرستی چھوڑ دی ہے جن میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ایک تو میں بہاولپور میں ہوتا تھا اور دوسری بات یہ کہ میں چندوں کے حصول پر قادر نہ تھا اور یہ کام میری طبیعت پر زبردست ناگوار بوجھ تھا بہر صورت خبر دینے والے کی اس حرکت پر "انوری" کا وہ لطیفہ یاد آتا ہے کہ کوئی انوری کے سامنے انوری کے اشعار پڑھ رہا تھا تو انوری نے اس سے پوچھا کہ "آپ کون ہیں؟ تو اس نے کہا کہ "میں انوری ہوں" اس پر انوری نے کہا کہ اشعار کا سرقہ تو سنا تھا مگر شاعر کا سرقہ اب سن رہا ہوں۔ بہر حال مرحوم کی وفات کی خبر میں اس غلطی پر خواص و عوام کو متنبہ کرنا ضروری تھا جو میں مجلہ "الحق" کے ذریعہ کر رہا ہوں۔ باقی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین امین لا ارض او احدۃ حتی اضم الیھا الف آمینا

منجانب

(شیخ الحدیث) لطافت الرحمان عفی اللہ عنہ

☆☆☆☆☆☆

۴۰۴

ادبیات

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

بے حس وخاموش ہے یہ عالمِ اسلام آہ

چیچنیا میں مسلموں کا آج قتل عام آہ
بے حس و خاموش ہے یہ عالم اسلام آہ

بُسنیا و کوسوو کا حادثہ تازہ ہی تھا
اک نئی افتاد لائی گردش ایام آہ

ہر مسلمان کے لئے ہے ڈوب مرنے کا مقام
روح فرسا کس قدر یہ دورِ نافرجام آہ

بے سہارا بے گناہوں بے بسوں کے قافلے
رو رہی ہے جن پہ چشم چرخِ نیلی فام آہ

اک تماشہ گاہ عالم ہیں یہ مسلم حکمراں
مسلم خوابیدہ ہے گرویدۂ اصنام آہ

غیرت ملّی سے واللہ اب تہی دستاں ہیں یہ
حکمرانوں سے گلہ کیا ہو اسی ہنگام آہ

مردِ میداں کوئی بھی ان میں نہیں ہے الاماں
ہیں زمانے میں خدایا چارسو ناکام آہ

عظمت اسلام کا یارب تماشہ پھر دکھا
غیرت ملی زمانے میں ہے اب نیلام آہ

اب ضرورت اک صلاح الدین ایوبی کی ہے
گریہ زن ہے مسجد اقصیٰ بصبح و شام آہ

پھر کوئی محمود یارب خاکِ غزنی سے اٹھا
سومناتیوں کی زد میں حرمتِ اسلام آہ

چیچنیا و گروزنی پر روس کی یلغار دیکھ
ان کی گردن پر ستم کی تیغِ خون آشام آہ

امتِ خیر البشرؐ پر یہ تو فانی قرض ہے
ماسکو کو اب زمانے سے مٹانا فرض ہے

دارالعلوم کے شب وروز ________ جناب شفیق الدین فاروقی

فرانسیسی سفارت کار کی دارالعلوم تشریف آوری : گزشتہ دنوں فرنچ ایمبیسی کے کونسلر جناب مسٹر ڈانیل رچ (Daniel Rich) سفارت خانے کے عملے کے بعض ارکان سمیت دارالعلوم حقانیہ کے ایک روزہ دورے پر تشریف لائے۔ آپ نے مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی۔ بعد میں آپ نے دارالعلوم حقانیہ کا تفصیلی دورہ کیا اور کئی اساتذہ اور طلباء سے تفصیلی تبادلہ خیال کیا۔ ملاقات مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر ہوئی۔

برطانوی سفارتکار کی دارالعلوم آمد :- ۷ اپریل بروز جمعہ انگلینڈ ہائی کمیشن کے کونسلر رچرڈ جانسن سکوئر دارالعلوم تشریف لائے اور آپ نے مولانا مدظلہ سے ملکی اور عالمی سیاسی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ دورانِ گفتگو مسئلہ کشمیر، کلنٹن کی پاکستان آمد، تحریک طالبان اور شمالی اتحاد کے درمیان ہونے والے مذاکرات، دینی مدارس اور ان کا کردار جیسے اہم موضوعات پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔ مولانا مدظلہ نے ان پر زور دیا کہ برطانیہ نے ہی مسئلہ کشمیر کو ادھورا اور معلق چھوڑ رکھا ہے۔ اور اب یہ برطانیہ کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس پرانے حل طلب مسئلہ پر خصوصی توجہ دے۔

سابق وزیراعظم جناب غلام مصطفیٰ جتوئی کی تشریف آوری گزشتہ ہفتے معروف سیاسی رہنما اور سابق وزیراعظم پاکستان جناب غلام مصطفیٰ جتوئی صاحب حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کیلئے دارالعلوم تشریف لائے۔ آپ نے ملک کی سیاسی صورتحال پر تفصیلی بات چیت کی۔

جاپانی ٹیلیویژن NHK کے ڈائریکٹر کی دارالعلوم آمد جاپان کے مرکزی ٹیلی ویژن کے ڈائریکٹر Yuichiro ISHII حضرت مولانا مدظلہ سے ملاقات اور دارالعلوم حقانیہ دیکھنے کیلئے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ نیشنل اخبار کے کالمسٹ نفیس ٹکر بھی تھے۔ آپ نے مولانا مدظلہ کا تفصیلی انٹرویو ریکاڈ کیا جس میں افغانستان پاکستان کی سیاسی صورتحال اور اسلام کے بارے میں سوالات کئے گئے۔ بعد میں آپ نے دارالعلوم کے مختلف حصوں کی فلم بندی کی۔

نیویارک ٹائمز سنڈے میگزین کے انچارج کی دارالعلوم آمد دنیا کے کثیر الاشاعتی اخبار نیویارک

ٹائمز سنڈے میگزین کے انچارج جناب جیفری گولڈبرگ 'دی نیوز' اخبار کے نمائندے راجہ ذوالفقار کے ہمراہ دارالعلوم تشریف لائے۔ آپ نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سے ڈھائی گھنٹے کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے عالم اسلام کے تمام اہم مسائل پر تفصیلی سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اور فرمایا کہ امریکہ کو عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان اور افغانستان سے دشمنی مہنگی پڑے گی۔ مولانا مدظلہ نے ان پر زور دیا کہ آپ امریکہ میں اسلام دینی مدارس اور تحریک طالبان کے بارے میں حقائق پر مبنی تجزیے امریکی عوام کے سامنے پیش کریں۔ مسٹر گولڈبرگ نے افغانستان کا دورہ بھی کیا اور آپ نے قندہار اور افغانستان میں حقانیہ کا کردار اور انکے فضلاً کی بمثال خدمات پر مولانا مدظلہ کو مبارکباد پیش کی۔ مسٹر گولڈبرگ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا مدظلہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک مہینے کے بعد وہ دس بارہ دنوں کیلئے دارالعلوم میں قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ اسلام کو صحیح سمجھ سکیں۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ دینی مدارس تحریک طالبان اور مسلمانوں کے بارے میں میرے بڑے عجیب قسم کے خیالات تھے لیکن یہاں آکر میرے بہت سے اشکالات دور ہوگئے۔ مولانا مدظلہ اور دارالعلوم کے اساتذہ نے انکی اسلام دوستی کا خیر مقدم کیا۔

<u>لبنانی ٹیلی ویژن کے عملے اور صحافیوں کی دارالعلوم آمد</u> ۲ اپریل کو لبنان اور عالم عرب کے مشہور ٹیلی ویژن "مستقبل" کے ڈائریکٹر اور پروڈیوسر اپنے چار ساتھیوں سمیت تشریف لائے۔ انہوں نے مولانا مدظلہ، حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ سے انٹرویوز ریکارڈ کئے۔ بعد میں آپ نے دارالعلوم کا تفصیلی معائنہ کیا اور دارالعلوم پر مکمل ڈاکومنٹری پروگرام ریکارڈ کیا اور دورہ حدیث کے متعدد طلبا سے عربی زبان میں تفصیلی انٹرویوز ریکارڈ کئے۔ اس پروگرام کے ذریعے عالم عرب میں طالبان اور دینی مدارس کے بارے میں جو غلط پروپیگنڈہ مغربی میڈیا نے پھیلایا ہے کو غلط ثابت کرنے میں مدد ملے گی۔

<u>انڈیپینڈنٹ کے نمائندے رابرٹ فسک کی دارالعلوم آمد</u> گزشتہ دنوں معروف نیوز ادارے The Independent مڈل ایسٹ کے اہم نمائندے دوسرے مغربی صحافیوں کے ہمراہ دارالعلوم دیکھنے

کیلئے تشریف لائے۔ مولانا مدظلہ کی غیر موجودگی میں مدیر "الحق" مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے انکو تفصیلی انٹرویو دیا۔ اور طالبان اور اسلام کے بارے میں انہیں حقائق سے آگاہ کیا۔ مسٹر رابرٹ نے اس انٹرویو کو یکم اپریل "دی نیوز" اخبار میں بھی شائع کیا اور انڈیپنڈنٹ میں بھی اسکو شائع کیا لیکن انہوں نے اپنی بددیانتی کا اظہار کیا اور دارالعلوم حقانیہ کو "تخریب کار اور مسلم دہشت گردی کا گڑھ" قرار دیا جو حقائق کے منافی ہے۔

روسی صحافی کی دارالعلوم آمد :- ۵ اپریل کو روسی صحافی Mr. Yevgeny Pakhomov دارالعلوم دیکھنے اور حضرت مولانا سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے حضرت مولانا کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ خصوصاً چیچنیا اور افغانستان کے بارے میں مولانا کا موقف دریافت کیا۔ آپکا تعلق ماسکو کے ہفت روزہ میگزین ITOGI سے ہے۔

کیمرج یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر "جان کیسی" کی دارالعلوم تشریف آوری :- ۸ اپریل کو یورپ کی معروف ترین کیمرج یونیورسٹی (لندن) کے Prof. Dr. John Casy دارالعلوم تشریف لائے۔ آپ برطانیہ کے اخبار ڈیلی ٹیلی گراف کے ہفت وار میگزین کے تجزیہ نگار کے طور پر ان دنوں پاکستان کے دورے پر ہیں۔ آپ نے مولانا مدظلہ سے تفصیلی دو گھنٹے کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ جناب مولانا قاضی فضل اللہ حقانی سابق ایم این اے جو ان دنوں امریکی ریاست لاس اینجلس میں دینی اہم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ دارالعلوم حقانیہ کے جید فضلا میں سے اور مولانا سمیع الحق صاحب کے خصوصی تلامذہ میں سے ہے۔ انگریزی زبان پر انہیں کامل عبور حاصل ہے۔ اتفاق سے اس وقت مولانا کی ملاقات کیلئے تشریف لائے تھے۔ آپ نے بڑے اچھے انداز میں مولانا کے ترجمانی کے فرائض انجام دیئے۔ ڈاکٹر جان سے مباحثے میں اسلام کے بڑے حساس اور اہم مسائل اور سیاسی موضوعات پر بات چیت ہوئی۔

ملاقات کے موقع پر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ اور جناب حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ بھی موجود تھے۔ بعد میں ڈاکٹر جان نے دارالعلوم کے اہم شعبوں کا دورہ کیا۔ آپ کی معاونت مولانا راشد الحق صاحب نے کی۔ موصوف کیمرج یونیورسٹی میں تیس

سال سے فلاسفی کے شعبے میں پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے دارالعلوم اور طلبا میں بڑی گہری دلچسپی ظاہر کی۔ اور آپ نے اعتراف کیا کہ واقعی مغرب میں صحافی اور میڈیا اسلام کے بارے میں غلط تاثر پھیلا رہے ہیں۔

دیگر معزز واردین :- دیگر واردین میں حضرت مولانا فدا الرحمان درخواستی جو حضرت درخواستیؒ کے خلف الرشید ہیں' دو دفعہ دارالعلوم تشریف لائے مولانا اور اساتذہ سے ملاقات کی۔ اسی طرح نئی جہادی تنظیم لشکر محمد کے ایک اہم وفد نے بھی تنظیم کے سربراہ مولانا مسعود اظہر صاحب کی طرف سے مولانا سمیع الحق سے ملاقات کی اور لشکر محمد کے بارے میں تفصیلات سے مولانا کو آگاہ فرمایا۔ اس موقع پر جمعیت علمائے اسلام کے اہم مرکزی رہنما مولانا قاضی عبداللطیف صاحب بھی موجود تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا قاری سعد الرحمان صاحب اور حضرت مولانا عبید الرحمان صاحب بھی دارالعلوم تشریف لائے۔

اٹالین ٹیلی ویژن کے عملہ کی دارالعلوم آمد :- ۱۲ اپریل کو اٹلی ٹیلی ویژن کے ڈائریکٹر پولو گریزنی اور ساؤتھ ایشیا کے انسا اٹالین نیوز ایجنسی کے بیورو چیف بن یامین اپنے ساتھیوں سمیت دارالعلوم تشریف لائے اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا جائزہ لیا۔ آپ نے مولانا کی غیر موجودگی میں مدیر الحق مولانا راشد الحق صاحب سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ انٹرویو میں دینی مدارس کے نصاب تعلیم' پاکستان کی سیاسی صورتحال' دارالعلوم کی تحریک طالبان اور افغانستان سے وابستگی اور دوسرے عالمی موضوعات پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔

حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب کے صاحبزادے کی شادی خانہ آبادی :- گزشتہ دنوں دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ کے بڑے صاحبزادے حافظ فضل غفور کی شادی کی تقریب منعقد ہوئی۔ شادی کی یہ تقریب انتہائی سادہ اور مسنون طریقے سے ہوئی۔ تقریب نکاح اور دعوت ولیمہ میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ سمیت علاقے کے جید علمائے نے بھی شرکت کی۔ ادارہ انکے لئے نیک تمناؤں کا متمنی ہے۔

<u>فرزند اقبال کے ساتھ ایک علمی نشت</u> : فرزند اقبال جناب جسٹس (ر) جاوید اقبال صاحب جب دار العلوم تشریف لائے تو دفتر الحق میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' مولانا حامد الحق حقانی اور دیگر حضرات کی موجودگی میں ان سے جو سوالات مدیر الحق جناب راشد الحق نے کئے اس انٹرویو کا خلاصہ مولانا ابراہیم فانی صاحب کی طرف سے پیش خدمت ہے۔ اس علمی نشت میں متعدد علمی موضوعات پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ موجودہ دور اور مسئلہ اجتہاد اور اکیسویں صدی اور عالم اسلام جیسے اہم مسائل زیر بحث آئے۔لیکن ہم یہاں پر تحریک طالبان افغانستان کے حوالے سے انکے خیالات پیش کرر ہے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ادارہ ان کے خیالات سے کلی اتفاق کرے۔ آپ نے طالبان حکومت کے بارے میں کہاکہ چونکہ طالبان کے سربراہ اور دوسرے اراکین پشتون اور پشتو زبان بولنے والے ہیں اس لئے شمالی اتحاد کے لوگ ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور فارسی بان ان سے شاکی ہیں۔ اور اسی طرح انکو لسانی منافرت پھیلانے کا ایک موقع ہاتھ آیا ہے طالبان حکومت کو ایک جامع حکمت عملی اپنانی چاہیے۔ امن وامان برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ عوام کی اقتصادی بہتری کی طرف بھی وہ توجہ دیں۔ کیونکہ وہاں پر غربت اور بیروگاری عام اور تنخواہیں بھی ملازمین کو نہیں ملتی۔ شمالی اتحاد احمد شاہ مسعود کے ساتھ تمام کفری طاقتیں امداد کررہی ہیں اور وقتاً فوقتاً طالبان حکومت کو زک کرنے کیلئے حملے کررہا ہے ۔طالبان کو چاہیے کہ یہ جو مختصر سا علاقہ احمد شاہ مسعود نے قبضہ کیا ہے اور اسکے زیر کنٹرول ہے اسکو بھی فتح کرکے ملک کو ترقی کی راہ گامزن پر کرے۔ پاکستان کے فوجی حکمران چیف ایگزیکٹیو پرویز مشرف کو چاہیے کہ حالات کے مطابق انکی امداد کرے۔ میرے خیال میں اس وقت کشمیر سے زیادہ افغانستان اہم ہے کیونکہ جب افغانستان میں ایک مستحکم حکومت قائم ہو جائے تو کشمیر کی منزل آسان ہو جائیگی۔ ایک سوال کے جواب میں جناب ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ افغانستان میں طالبان کی وجہ سے کافی امن وامان قائم ہو گیا ہے۔ لیکن طالبان کو چاہیے کہ وہ بعض شدت پسندانہ اقدامات سے گریز کریں اور ایسا رویہ اپنائیں کہ لوگوں کی توجہ جو اس وقت انہیں حاصل ہے وہ دیرپا ثابت رہے۔ بعض چھوٹے اور ناسمجھ طالبان کی بعض حرکتوں سے تحریک طالبان کے بڑے کاز کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ طالبان کو عورتوں کے نظام تعلیم اور شخصی آزادی کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔ طالبان ٹیلی ویژن وغیرہ سے اچھے کام بھی لے سکتے ہیں۔ فی الحال تو انہیں ساری توجہ شمالی

۱۴۔

تحاد کی سرکوبی کی طرف کرنی چاہیے تاکہ یہ روز روز کے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے افغانستان میں طالبان حکومت کے چیف جسٹس جناب مولانا نور احمد ثاقب سے بات چیت کی اور انکے ساتھ قوانین اور نظام کے متعلق گفتگو ہوئی انہوں نے کہا کہ اب ہم نظام عدل اور سول لاز کی طرف توجہ دے رہے ہیں افغانستان کے چیف جسٹس نے کہا کہ سابقہ قوانین جو اسلامی نظام کے ساتھ متصادم نہیں وہ بحال رکھے جائیں گے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے کہا کہ میں نے افغانستان کے چیف جسٹس سے سوال کیا کہ حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے وقت یہ پوچھا کہ تم کس طرح فیصلہ کرو گے ؟ اس نے کہا کتاب اللہ سے اسکے بعد سنت سے اور اسکے بعد پھر اپنی عقل اور اجتہاد سے کام لونگا۔ تو اب اس حدیث کی رو سے اجتہاد کرنا چاہیے۔ یا نہیں تو انہوں نے کہا کہ اسکے بعد آئمہ ، فقہا اور مجتہدین آئے اور اگر بالکلیہ ہم اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھیں تو پھر بہت سے خطرات پیدا ہونگے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے فرمایا کہ میرا نکتہ نگاہ یہ ہے کہ عبادات وغیرہ تو صحیح ہیں ان میں اجتہاد کی ضرورت نہیں البتہ معاملات تو آئے دن بدلتے رہتے ہیں اور اب تو نئے نئے طریقے آزاد تجارت اور جدید مواصلات کا دور ہے۔ ہر چیز ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ پر آگئی ہے۔ سکے متعلق تو اجتہاد کا کام جاری ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں ایسی قانون سازی کی ضرورت ہے سے فیملی پلاننگ تعدد ازدواج وغیرہ کے متعلق بھی سوچنا چاہیے اور دینی اداروں میں اجتہادی فکر کے لوگ پیدا ہونے چاہئیں۔ اب نت نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں مثلاً بلا سود بینکاری تو اسکے بادل نظام کیلئے بھی سوچنا ہوگا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا کہ میں نے نواز شریف کے دور حکومت انکو کہا تھا کہ شریعت بل پر اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ حضرت علامہؒ نے فرمایا ہے کہ ست شیطان از جماعت دور تر۔ پھر پاکستان کا قانون قرآن و سنت کے مطابق ہونا چاہیے اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن اور سنت اسلامی قانون کیلئے سورسز ہیں۔ ☆☆☆☆

خط و کتاب کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

تبصرہ کتب

مولانا مفتی رضاالحق صاحب مدظلہ (لینیشیا، جنوبی افریقہ)

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب

نام کتاب: تجلیات رحمانی (طبع دوم) ضخامت: ۶۷۰ صفحات
سوانح: عارف کامل شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوریؒ
مرتب: مولانا قاری سعید الرحمان صاحب مدظلہ قیمت: ۲۶۰ روپے
ناشر: جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ، راولپنڈی صدر

زیر تبصرہ کتاب عارف باللہ فقیہہ عصر محدث کبیر جامع شریعت و طریقت اور عصر حاضر کی عظیم علمی روحانی شخصیت مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوریؒ خلیفہ اجل حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سابق صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور کے حالات زندگی انکی عبقری شخصیت روحانی ارتقاء علمی تبحر نمایاں صفات خصوصی کمالات فیض و تاثیر معرفت و سلوک اور اصول تربیت کا ایمان افروز مرقع اور دلآویز تذکرہ ہے جسے آپ کے فرزند حضرت مولانا قاری محمد سعید الرحمان صاحب مدظلہ سابق وزیر اوقاف نے انتہائی عرقریزی اور محنت شاقہ سے صاحب سوانح کے سانحہ ارتحال کے پانچ سال بعد ۱۹۶۹ء میں طبع کرایا تھا اس وقت آپ کے اکثر ہم عصر اکابر اور کبار واجل تلامذہ بقید حیات تھے جن میں اہمیت کیساتھ ریحانۃ الھند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کا اسم گرامی سر فہرست ہے ان حضرات نے مولف کے ساتھ مضامین کی شکل میں مواد کی فراہمی کے ذریعہ تعاون فرمایا جس کی وجہ سے ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ایک عظیم الشان اور تاریخ ساز سوانحی خاکہ سامنے آیا طباعت کے بعد بہت سے اکابر علماء مشائخ نے اس کا بامعان نظر مطالعہ کیا۔ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ جنکا ایک طویل عرصہ صاحب سوانح کیساتھ رفاقت میں گزرا تھا اور ایک دوسرے کے حالات سے بخوبی واقف بھی تھے۔ انہوں نے دوران قیام مدینہ منورہ تجلیات رحمانی کی نہ صرف بالاستیعاب سماع فرمائی بلکہ بعض مقامات کی انتہائی دقت نظر سے تصحیح بھی کی اور مؤلف کے ساتھ اس سلسلہ میں مکاتبت بھی جاری رکھی۔ وہ مکاتیب زیر نظر کتاب میں شامل ہیں۔ جس سے

تاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے تاکہ قارئین کے سامنے کچھ مخفی گوشے سامنے آسکیں۔ اسی طرح تجلیات رحمانی کے پہلے ایڈیشن کے بعد تاریخ مظاہر العلوم حضرت شیخ الحدیثؒ کی سرپرستی میں شائع ہوئی۔ اسکے اقتباسات بھی طبع دوم میں درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں طبع ثانی میں تاریخ علاقہ چھچھ ضلع اٹک کی تاریخی حیثیت کو اجاگر کرنے کیلئے مولانا غلام رسول مہر جناب خواجہ محمد خان صاحب اسد اور جناب سکندر خان صاحب دیسہ کی کتابوں کے اقتباسات دئے گئے ہیں جسکی وجہ سے یہ کتاب نہ صرف ایک شخص سوانحی خاکہ ہے بلکہ ایک مستقل تاریخ بن گئی۔ اور اب ہر قسم کے علمی ذوق رکھنے والے حضرات اس استفادہ کرسکتے ہیں ۔ طبع ثانی کی افادیت اور عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ پہلا ایڈیشن صرف پانچ سو صفحات پر مشتمل تھا اور موجودہ ایڈیشن ۶۷۰ صفحات پر محیط ہے کتاب کی طباعت و اشاعت میں برادر محترم مولانا حافظ عتیق الرحمان صاحب اور محبؒ مکرم حافظ قاری ابراہیم صاحب نے اپنی خوش مذاقی اور شستہ وشائستہ ذوقی کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری صاحب مدظلہ کی اس محنت وکاوش کو ثمر آور فرماتے ہوئے اسے مسلمانوں کے لئے باعث رہنمائی اور سبب نجات بنائے۔ امین۔ (م۔ا۔ف)

نام کتاب : داغہائے فراق　مصنف : مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی　ضخامت : ۱۲۸ صفحات

قیمت : درج نہیں　ملنے کا پتہ : موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

محترم برادرم حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؔ سے میری شناسائی ربع صدی پر یقیناً محیط ہے جب کبھی انکے والد ماجد صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ' کی زیارت کیلئے اکوڑہ خٹک میں انکے گھر پر حاضری ہوتی تو وہاں مولانا فانیؔ صاحب سے بھی علیک سلیک کا شرف حاصل ہوتا' پھر جیسے جیسے وقت گزر تا رہا شناسائی دوستی اور محبت میں بدلتی رہی' جب فقیر علوم مرحجہ سے برائے نام فارغ ہوا اور تخصص کرنے کے بعد جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی (پاکستان) میں عہدہ تدریس پر مامور ہوا اور عربی اور اردو شاعری یا تک بندی کی شدبد ہوئی' اس زمانے کے کچھ بعد مولانا فانیؔ صاحب بھی اس آتشیں سمندر میں کود پڑے اور کبھی کبھار انکے اشعار مختلف رسالوں میں چھپنے لگے تو فقیر انکے پڑھنے سے لطف اندوز ہوتا۔ انکے اشعار کی ساخت اور بناوٹ سے یوں سمجھ میں آتا

تھا کہ میری شاعری کی طرح انکی شاعری بھی استاد کی قید سے آزاد ہے تاہم ایسی شاعری میں جذبات کا خوب انعکاس ہوتا ہے' نقالی یا کسی خاص استاد کے کلام کی حکایت یا تصنع اسمیں نہیں پایا جاتا۔ اہل فن خوب جانتے ہیں کہ اچھی اور معیاری شاعری پل صراط سے زیادہ باریک ود قیق ہوتی ہے پھر ایک عالم دین کیلئے حدود کی رعایت اور سوقیانہ پن سے بچنا تو بہت ہی ضروری ہوتا ہے.' میں خود بھی جب کبھی غزل لکھتا ہوں تو بہت سوچ سمجھ کر لکھتا ہوں تاکہ اہل مجاز کیساتھ اہل حقیقت بھی اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔ واللہ اعلم بذلك. محترم مولانا فانی صاحب کی شاعری بھی سوقیانہ پن اور بازاری الفاظ سے خالی اور پختگی کا شاہکار ہے۔ مولانائے موصوف مختلف زبانوں میں اشعار تحریر فرماتے رہتے ہیں۔ زیر نظر مجموعے میں تین عربی اور سات فارسی قصائد بھی شامل ہیں۔ مولانا فانیؔ نے مجھ سے یہ فرمائش کی کہ اس مجموعہ (داغہائے فراق) پر تنقیدی نظر ڈالوں۔ فقیر نے اس پورے مجموعے پر سرسری نظر ڈالی ہے اور اس مجموعہ کو اہل ذوق کی تسکین ذوق کا بہترین نسخہ اور اکابرین رحمہم اللہ سے عقیدت و محبت کا بہترین وسیلہ پایا۔

(مولانا مفتی) رضاالحق صاحب مدظلہ

کتاب : تباہی کے ستر راستے مترجم : مولانا محمد صدیق مدظلہ

ترجمہ کتاب الکبائر از علامہ شمس الدین ذہبیؒ ضخامت : ۲۸۲ صفحات

قیمت : درج نہیں ملنے کا پتہ : مکتبہ مکیہ مکی مسجد ۲۲ علامہ اقبال روڈ لاہور

زیر تبصرہ کتاب علامہ شمس الدین ذہبیؒ کی شہرہ آفاق کتاب کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ ہے جسے مولانا محمد صدیق نے نہایت سلیس اور سہل انداز میں اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ کتاب الکبائر میں مصنف نے ستر گناہوں کو گنوا کر ان کی سزائیں قرآن وحدیث کی روشنی میں اس طرح بیان فرمائی ہیں کہ ہر مسلمان اسے پڑھکر ان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ اسلیئے اس کتاب کا نام مترجم نے تباہی کے ستر راستے تجویز کیا ہے کتاب کی افادیت کے پیش نظر اسکا مطالعہ نہ صرف عام اردو طبقہ دان کیلئے باعث خیر و برکت ہے بلکہ خطباء حضرات بھی عوام الناس کو آگاہ کرنے کیلئے اپنے اندازے سے کئی جمعات تک اسی سے تقاریر تیار کر سکتے ہیں۔

م ا م

اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام

ماہنامہ الحق کی اشاعت خاص کے عنوانات

قارئین اور مضمون نگار حضرات مندرجہ عنوانات میں سے جس موضوع پر لکھنا چاہیں تو ادارہ "الحق" کو آگاہ کریں۔

اکیسویں صدی اور عالم اسلام

(۱) ــ ــ میں عالم اسلام کا کردار
(۲) ــ ــ کے تقاضوں سے کیا عالم اسلام لیس ہے؟
(۳) ــ ــ میں عالم اسلام عصر حاضر کا مقابلہ کر سکے گا؟
(۴) ــ ــ کیا اسلام کی صدی ثابت ہو گی؟
(۵) ــ ــ میں کیا مسلم اتحاد کا خواب شرمندہ تعمیر ہو سکے گا؟
(۶) ــ ــ عالم اسلام، امریکہ اور مغرب کے تعلقات
(۷) ــ ــ اور ایٹمی پاکستان کا کردار
(۸) ــ ــ اور اقوام عالم کی تیاریاں
(۹) ــ ــ اور تحریک طالبان افغانستان
(۱۰) ــ ــ اور عالم اسلام کی اقتصادیات
(۱۱) ــ ــ میں عالم اسلام اور سائنس و ٹیکنالوجی
(۱۲) ــ ــ میں مسلم نوجوان کی ذمہ داریاں
(۱۳) ــ ــ میں آزادی قدس و فلسطین اور اسرائیل کے عزائم
(۱۴) ــ ــ اور تحریک آزادی کشمیر
(۱۵) ــ ــ پاک بھارت تعلقات کا جائزہ
(۱۶) ــ ــ میں اسلامی قیادت کا سنگین بحران
(۱۷) ــ ــ میں اسلامی جرائد، اخبارات یعنی دینی صحافت کیا کردار ادا کرینگے؟
(۱۸) ــ ــ میں علماء کا کیا کردار ہونا چاہیئے؟
(۱۹) ــ ــ میں دینی مدارس کے اہمیت وافادیت
(۲۰) ــ ــ میں کیا دینی مدارس اکیسویں صدی کے تقاضے پورے کر رہے ہیں؟
(۲۱) ــ ــ اور عربی، انگریزی زبانوں کی اہمیت
(۲۲) ــ ــ میں عالم اسلام حاکم یا ہمیشہ کی طرح محکوم
(۲۳) ــ ــ میں اردو زبان کا مقام و مرتبہ
(۲۴) ــ ــ کا ادب اور اس کے جدید تقاضے
(۲۵) ــ ــ میں جدید تعلیم کا حصول اور شرح خواندگی میں اضافہ ناگزیر ہے
(۲۶) ــ ــ میں اسلام اور نیو ورلڈ آرڈر کا ٹکراؤ کیا متوقع ہے۔
(۲۷) ــ ــ میں ابھرنے والی بڑی طاقتوں کا

بیسویں صدی ایک جائزہ

(۱) ۔ ۔ اور اسلامی تحریکات

(۲) ۔ ۔ میں عالم اسلام کا کردار

(۳) ۔ ۔ میں استعمار کے چنگل سے عالم اسلام کی آزادی

(۴) ۔ ۔ میں عالم اسلام کے اہداف

(۵) ۔ ۔ میں کیا وہ اہداف پورے ہوئے ؟

(۶) ۔ ۔ میں عالم اسلام کی اقتصادی صورتحا

(۷) ۔ ۔ کی ترقی میں عالم اسلام کا حصہ

(۸) ۔ ۔ اور اسلامی انقلابات

(۹) ۔ ۔ اور تحریک آزادی

(۱۰) ۔ ۔ اور جہاد افغانستان

(۱۱) ۔ ۔ اور دار العلوم دیوبند کا کرد،

(۱۲) ۔ ۔ اور دار العلوم حقانیہ کا کردار

(۱۳) ۔ ۔ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کا کردار

(۱۴) ۔ ۔ اور اسلامی ادب

(۱۴) ۔ ۔ اور مسلم حکمران

(۱۵) ۔ ۔ اور تحریک پاکستان

(۱۶) ۔ ۔ عالم اسلام اور سائنس

(۱۷) ۔ ۔ اور عالم اسلام کی جہادی تحریکات

(۱۸) ۔ ۔ اور مشاہیر امت کے کارنامے

(۱۹) ۔ ۔ میں دینی صحافت کا کردار کیا رہا ؟

(۲۰) ۔ ۔ اور تحریک طالبان افغانستان

ایک جائزہ جائزہ

(۲۸) ۔ ۔ اور متحدہ یورپ یعنی یورو اور اسکے عزائم

(۲۹) ۔ ۔ اور تیسری جنگ عظیم کے ممکنہ خطرات

(۳۰) ۔ ۔ میں متوقع بڑی جغرافیائی' سیاسی' تمدنی تبدیلیاں

(۳۱) ۔ ۔ اور جہاد

(۳۲) ۔ ۔ اور مواصلات

(۳۳) ۔ ۔ میں عالم اسلام اور عالم نصرانیت کے تعلقات

(۳۴) ۔ ۔ میں کیا عالم اسلام کو نئی صلیبی جنگوں کا خطرہ درپیش ہے ؟

(۳۵) ۔ ۔ میں کیا بے حمیت مسلم حکمرانوں سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکے گا ؟

(۳۶) ۔ ۔ میں کیا مظلوم قوموں کی دادرسی کی جاسکے گی ؟

(۳۷) ۔ ۔ میں اقوام متحدہ کی حیثیت اور اسکے کردار کا تعین

(۳۸) ۔ ۔ میں امریکہ کا کردار

(۳۹) ۔ ۔ میں عالم اسلام کیلئے کمپیوٹر انٹرنیٹ اور جدید مواصلاتی ذرائع لبلاغ کا استعمال ناگزیر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

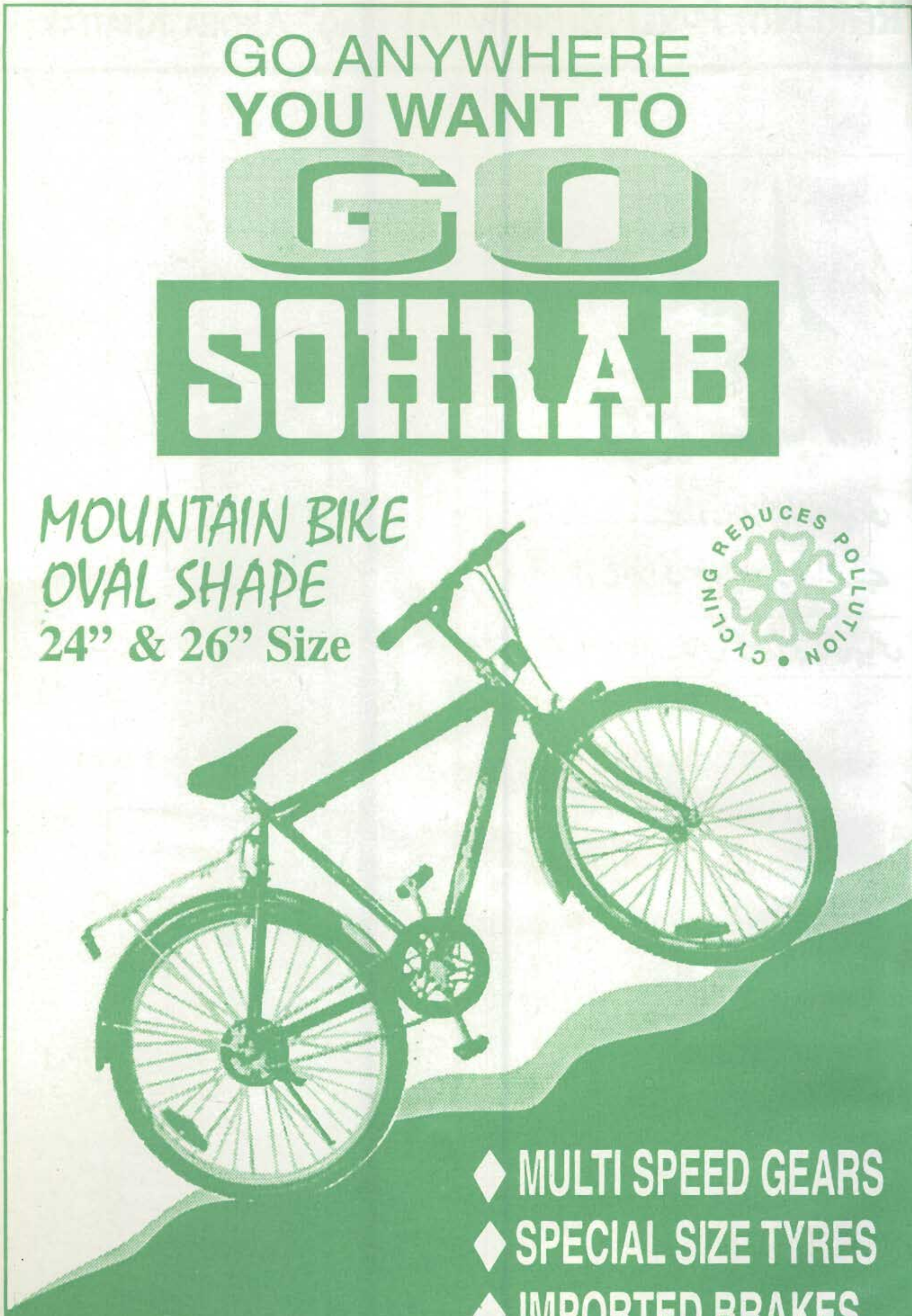
GO ANYWHERE
YOU WANT TO
GO
SOHRAB
MOUNTAIN BIKE
OVAL SHAPE
24" & 26" Size
CYCLING REDUCES POLLUTION
MULTI SPEED GEARS
SPECIAL SIZE TYRES
IMPORTED BRAKES
PAKISTAN'S NO.1 BICYCLE

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معیار

ہر قیمت پر

بانوے سال سے رُوح افزا کا بلند معیار ہی
رُوح افزا کی مقبولیت کی اساس ہے

رُوح افزا کا ایک گلاس، کیسی گرمی کیسی پیاس

مَدینۃُ الحِکمۃ
تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق ہمدرد

Adarts-HRA-11/96 (R)